پی این ایس سی کے لئے
قومی پرچم بردار جہازراں ادارہ
ہونا کیا معنی رکھتا ہے؟
پاکستان نیشنل
شپنگ کارپوریشن
Paragon ● PNSC-16
(PID Islamabad)
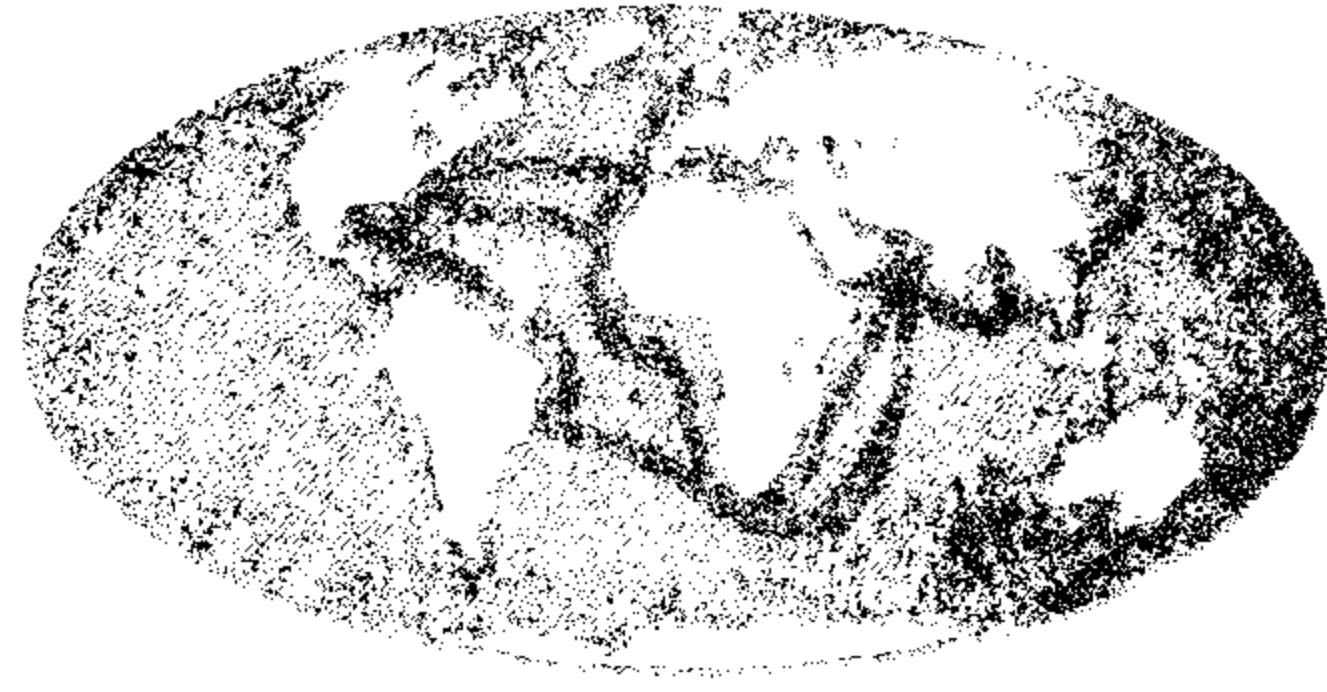
اے بی سی آڈٹ بیورو آف سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

لہٗ دعوۃ الحق

قرآن و سنت کی تعلیمات کا علمبردار

جلد نمبر : ۲۲
شمارہ : ۱۰
ذی قعدہ ۱۴۰۷ھ
جولائی ۱۹۸۷ء

فون نمبر
ڈائرکٹ سسٹم
052317 – 340
341
342

ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک

مدیر :- سمیع الحق

اس شمارے میں

بدل اشتراک

پاکستان میں ــ سالانہ -/۴۰ روپے ، فی پرچہ -/۴ روپے
بیرون ملک ــ ہوائی ڈاک دس پونڈ ، بحری ڈاک ۶ پونڈ

سمیع الحق استاد دارالعلوم حقانیہ نے منظور عام پریس پشاور سے چھپوا کر دفتر الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے جاری کیا۔

نقش آغاز

اہم قومی و ملی مسائل

جمعیۃ علماء اسلام کے سیکرٹری جنرل، شریعت بل کے محرک اور متحدہ شریعت محاذ کے رہنما مولانا سمیع الحق نے مورخہ ۲۵ جولائی کو پشاور میں ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے ملک و ملت کو درپیش بعض اہم مسائل پر اظہار خیال کیا جسے اکثر اخبارات نے اہمیت سے شائع کیا۔ ہم اس پریس کانفرنس کا متن شائع کر رہے ہیں۔ ادارہ

نفاذ شریعت اور شریعت بل کا مسئلہ

صدارتی ریفرنڈم اور عام انتخابات کے پس منظر میں سب سے بڑا مسئلہ ملک میں اسلامی نظام کا نفاذ تھا۔ آٹھ سالہ طویل مارشل لاء کے لئے اسی مسئلہ کا سہارا لیا گیا تھا اور اسی بنیاد پر قوم نے غیر جماعتی انتخابات میں حصہ لیا مگر سوا دو سال کا عرصہ گذرنے کے باوجود نہ تو صدر پاکستان نے اس معاملہ میں کوئی قانونی یا اخلاقی ذمہ داری محسوس کی نہ موجودہ حکومت نے نفاذِ اسلام کے معاملے میں کوئی پیش رفت کی۔ اب شریعت بل ــــ جسکو ایوان میں پیش ہوئے دو سال ہو چکے ہیں اور جو سٹینڈنگ کمیٹی، سیلیکٹ کمیٹی، استصواب رائے اور نظریاتی کونسل کی بھرپور تائید کے تمام مراحل سے گذر چکا ہے۔ مگر حکومت نہ تو اسے منظور کرنا چاہتی ہے اور نہ مسترد کر دینے کی جرأت کر سکتی ہے۔ مسلسل تاخیری حربوں اور بعض اوقات نام نہاد مذاکرات کی آڑ لے کر ٹالتی رہی ہے، دوسری طرف صدر پاکستان اپنے بیانات میں شریعت بل سے لاتعلقی کا اعلان کر کے ساری ذمہ داری ــــ پارلیمنٹ پر ڈال رہے ہیں اور لوگوں کو نفاذ شریعت کے لئے کام کرنے کے بجائے مسلم لیگ میں شمولیت کی دعوت دے رہے ہیں جو اخلاقاً اور قانوناً ایک سربراہِ مملکت کو ہرگز زیب نہیں دیتا۔ پھر صدر اگر نفاذ شریعت کی ہر قسم کی ذمہ داری سے بری الذمہ ہیں تو ان کی صدارت کی بنیاد یعنی اسلام کے نام پر ریفرنڈم خود بخود ختم ہو جاتا ہے اور ان کا موجودہ عہدہ پر فائز رہنا کوئی اخلاقی جواز نہیں رکھتا، اگر حکومت صدر سمیت، نظام شریعت پر قابل عمل نظام کے طور پر یقین نہیں رکھتی اور نہ اس کے نفاذ سے ملک کے مسائل حل کرنا چاہتی ہے تو اسے شریعت بل کو کھل کر مسترد کر دینا چاہیئے اور منافقت کا

جوا اتار پھینکنا چاہیئے تاکہ ملک کی دینی قوتیں اور علمی حلقے یہ فیصلہ کر سکیں کہ یہ مملکت اسلامی ہے یا غیر اسلامی اور کیا شریعت اسلامی کے نفاذ اور بالادستی سے فرار اور گریز کرنے والے حکمرانوں کی اطاعت جائز ہے یا ناجائز۔

قائد جمعیۃ مولانا سمیع الحق نے کہا کہ حکومت کا ایک ایسا سرکاری شریعت بل جو تمام ملکی باشندوں کے لئے قابل قبول ہو، ایک سیاسی ڈھونگ کے سوا کچھ بھی نہیں اور اگر واقعتاً ایسا کوئی اقدام کیا گیا تو اس کی حیثیت اکبر کے دین الٰہی سے بھی بدتر ہوگی۔ مولانا سمیع الحق نے کہا، شریعت بل پیش کرنے سے ہمارا مقصد کوئی سیاسی مفادات کا تحفظ ہرگز نہیں بلکہ ہم ملک میں آئے دن کے بحرانوں، مشکلات، طبقاتی کشمکش، غریبوں کی تکالیف، قومی، صوبائی اور لسانی بنیادوں پر پیدا کئے گئے منافرتوں کو نظام شریعت کے ذریعہ ختم کرنا چاہتے ہیں مگر حکومت اور مفاد پرست سیاستدان موجودہ نظام میں اپنے مذموم سیاسی مفادات کا حصول و تحفظ سمجھ کر شریعت بل کی مخالفت پر متفق ہوگئے ہیں، چنانچہ ایم آر ڈی کے اہم افراد کے حکومت سے ظاہری اور خفیہ رابطے ہیں۔ ایسے حالات میں تمام دینی قوتوں اور نظام اسلام کے لئے کام کرنے والے کارکنوں اور تمام اہل اسلام کا فرض بنتا ہے کہ وہ اپنی قوتیں منظم کرکے نفاذ شریعت کی جدوجہد میں شریک ہوں۔ انہوں نے کہا کہ یہ ذمہ داری سب سے بڑھ کر علماء و مشائخ اور معاشرہ کے ذی وجاہت افراد پر عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنے حکمرانوں اور طالع آزما سیاسی لیڈروں کو نفاذ شریعت کی جدوجہد میں شامل ہونے پر مجبور کریں ورنہ ان سے قطعی لاتعلقی کا اظہار کریں اور اگر ایسا نہ کیا گیا تو قیامت کے روز انہیں اللہ تعالیٰ کے سامنے شرمسار ہونا پڑے گا۔ مولانا سمیع الحق نے کہا کہ ہم اپنی جماعت جمعیۃ علماء اسلام اور متحدہ شریعت محاذ کے پلیٹ فارم سے مسلسل مقدور بھر جدوجہد کر رہے ہیں اور وہ لوگ، جماعتیں، تنظیمیں اور کارکن قابل تحسین ہیں جو پچھلے دو سال کے طویل عرصہ میں مختلف طریقوں سے ہمارا ساتھ دے رہے ہیں۔ اسوقت بھی ہم شریعت محاذ کی سطح پر ملک بھر میں دوروں کا پروگرام بنا چکے ہیں اور رائے عامہ منظم کرنے میں مصروف ہیں۔ انہوں نے کہا اس سلسلہ میں متحدہ شریعت محاذ کے فیصلے کے مطابق شریعت بل کے حامی ارکان سینٹ کے حالیہ اجلاس کا بائیکاٹ کریں گے۔ قومی اسمبلی کے بجٹ سیشن کا بائیکاٹ اسی سلسلہ کی ایک کڑی تھا۔ انہوں نے کہا اب ملک بھر کے دوروں کے پروگرام کو آخری شکل دی جا چکی ہے، چنانچہ ۱۴ اگست کو نشتر پارک کراچی میں جلسۂ عام ہوگا۔ اس کے بعد ۱۵ سے ۲۲ اگست تک صوبہ سندھ کا دورہ ہوگا، آخری عشرہ پنجاب اور ستمبر کا پہلا ہفتہ بلوچستان کا دورہ کریں گے ۱۱ ستمبر کو لاہور میں محاذ کا ایک جلسۂ عام ہوگا۔

جمعیۃ العلماء اسلام کا واضح انقلابی پروگرام

مولانا سمیع الحق نے کہا کہ اس وقت جمعیۃ علماء اسلام واحد جماعت ہے جس نے شریعت بل کی شکل میں ایک مثبت جامع اور انقلابی پروگرام قوم کے سامنے پیش کیا ہے اور اس مقصد کے لئے ملک کی اہم دینی جماعتوں کو شریعت محاذ میں ایک پلیٹ فارم پر جمع کر دیا گیا ہے جبکہ باقی سیاسی پارٹیوں کے پاس کوئی جامع پروگرام سوائے الیکشن کے مطالبہ کے کوئی نہیں اور اب تو بعض بڑی سیاسی پارٹیاں اس مطالبہ سے بھی پیچھے ہٹتی چلی جا رہی ہیں۔ جمعیۃ علماء اسلام اپنے ساتھیوں سمیت اپنے مقدس مشن میں شب و روز مصروف ہے اور اس کے علماء قائدین اور عام کارکن اور مخلص در کر اپنی سیاست کو عبادت اور جہاد سمجھتے ہیں۔

تخریب کاری اور بدامنی کا دور دورہ

جمعیۃ علماء اسلام کے سیکرٹری جنرل مولانا سمیع الحق نے ملک کی تازہ ترین صورت حال اور امن عامہ کو نہایت شرمناک قرار دیتے ہوئے کہا کہ آئے دن کے دھماکوں اور تخریب کاروں کے واردات سے ایسے لگتا ہے کہ گویا ہم کسی مہذب پرامن ملک میں نہیں، میدان جنگ میں رہ رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ حکومت کا کردار بموں کے دھماکوں اور تخریب کاروں کے واقعات کے سلسلہ میں نہایت مجرمانہ ہے حکومت نہ تو آج تک مجرموں کی نشاندہی کر سکی ہے نہ کسی مجرم کو قرار واقعی سزا دی گئی ہے جبکہ وزیر داخلہ اور دیگر حکام کبھی کبھی یہ مژدہ سناتے ہیں کہ اس میں بیرونی عناصر کا ہاتھ ہے۔ سوال یہ ہے کہ ان ہاتھوں کو اگر توڑا نہیں جا سکتا تو بے نقاب کیوں نہیں کیا جاتا۔ موجودہ حکومت کے دوران اقتدار بلا مبالغہ سینکڑوں افراد بموں کے دھماکوں میں ہلاک ہو چکے ہیں، لاکھوں اور کروڑوں کا مالی نقصان اس پر مستزاد۔ ایسی تباہی تو پچھلے چالیس سال میں نہیں ہوئی۔ سوال یہ ہے کہ دُنیا کے کسی مہذب ملک میں ان حالات کے باوجود کوئی حکومت، حکومت کرنے کی اہل رہ سکتی ہے ؟

ایران کے خونی متحارب گروپ اور تخریب کاری

جمعیۃ علماء اسلام کے رہنما مولانا سمیع الحق نے کراچی کے مسلسل فسادات اور کوئٹہ میں ایران کے متحارب گروپوں کی باہمی لڑائی اور جانی و مالی نقصان اور راکٹ لانچروں اور کلاشنکوف کے مسلح حملوں کو پورے ملک کیلئے انتہائی ذلت آمیز اور شرمناک قرار دیا۔ انہوں نے کہا کہ کوئی بھی مہذب ملک اپنی پرامن سرزمین کو غیر کا اکھاڑہ بننے کی اجازت نہیں دے سکتا اور نہ کوئی شریف اور پرامن ملک دوسرے ملک میں جا کر اپنے مذموم سیاسی عزائم کی خاطر پڑوس ملک کے امن و امان کو تہس نہس کرتا ہے جبکہ ایرانی سیاست پورے عالم اسلام کو اپنے شر انگیزیوں کی لپیٹ میں لینا چاہتی ہے، حکومت اور اس کی ایجنسیوں کا کردار اس سلسلہ میں اور بھی افسوسناک ہے کہ ایرانیوں نے بھاری ہتھیار حاصل کئے، گھروں کو اسلحہ خانہ بنایا جبکہ ایسا بھاری ہتھیار بیرونی سفارتخانوں ہی کے ذریعہ حاصل

کیا جاسکتا ہے مگر ہمارے ذرائع حکومت کو اس کا علم ہی نہ ہو سکا۔

مولانا سمیع الحق نے مطالبہ کیا کہ فوری طور پر ایران کے متحارب گروپوں کو ملک سے نکال دینا چاہیئے ورنہ خطرہ ہے کہ ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ایرانیوں کے ہاتھوں کہیں ملک دوسرا بیروت نہ بن جائے جبکہ وہاں کے شیعہ عمل ملیشیا کی ظالمانہ انسانیت سوز کارنامے دنیا کے سامنے ہیں۔

حکومت اور مذہبی انتشار و تفرقہ بازی

مولانا سمیع الحق نے اس امر پر افسوس کا اظہار کیا کہ حکومت دینی قوتوں کو کمزور کرنے اور شریعت کے نفاذ سے فرار کی خاطر ملک میں مذہبی انتشار برپا کرنے میں دلچسپی لے رہی ہے۔ یہ فرقہ وارانہ اور مذہبی انتشار بالآخر نہ صرف موجودہ حکومت بلکہ پورے ملک کے لئے وبال جان بن سکتا ہے، اور سب اس آگ کی لپیٹ میں آسکتے ہیں۔ انہوں نے الزام لگایا کہ حکومت فرقہ واریت پھیلانے والے اقدامات، بیانات، نعروں اور جلسوں کی سرپرستی کر رہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ حکومت ملکی یکجہتی کو تباہ کرنے والے نعروں کو اچھالتی ہے کہ اسلام پسند حلقوں کو دبایا اور مرعوب کیا جاسکے۔ شریعت بل کے معاملہ میں بھی حکومت اور اس کے وزراء کا یہی معاملہ رہا کہ اسے کسی نہ کسی ایک فرقہ کی طرف منسوب کر کے "لڑاؤ اور حکومت کرو" کی پالیسی کو مستحکم کیا جائے۔ انگریز ملعون کی اس پالیسی نے شریعت بل کی تحریک کو بھی نقصان پہنچایا۔

لیہ کے واقعات

مولانا سمیع الحق نے لیہ میں مولانا حق نواز جھنگوی کے رہائی کے سلسلہ میں نکالے گئے جلوس پر اندھادھند فائرنگ، تشدد اور گرفتاریوں کی شدید مذمت کی اور گرفتار شدہ گان کی رہائی اور اس معاملہ کو ہائی کورٹ کے اعلیٰ جج سے تحقیقات کرانے کا مطالبہ کیا۔

مولانا سمیع الحق نے کہا کہ بجٹ کا جو ڈرامہ کھیلا گیا اس کے نتیجے میں مہنگائی بے حد بڑھ گئی اور اب کہا جارہا ہے کہ قیمتیں پچھلی سطح پر آچکی ہیں جبکہ سیلز ٹیکس برقرار رکھنے سے نرخوں میں بے تحاشا اضافہ ہو چکا ہے اور دکاندار من مانے نرخ وصول کر رہے ہیں جس کے نتیجے میں گریڈ ۱۲ تک کے ملازمین کی تنخواہوں میں اضافہ کے باوجود انہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکا ہے۔ مولانا سمیع الحق نے کہا کہ ملک بھر میں بالخصوص کراچی کے ہنگاموں کی بنیادی وجہ بے روزگاری ہے۔ حکومت کو چاہیئے کہ روزگار فراہم کرنے کے منظم منصوبوں کو بروئے کار لائے، اسی طرح تعلیمی اداروں بالخصوص میڈیکل کالج کی سیٹوں میں کمی اور اس سلسلہ میں بے انصافی بھی وقت کا ایک بڑا اہم مسئلہ ہے۔

مولانا سمیع الحق نے کہا کہ ہماری پارٹی مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کو کسی بین الاقوامی ادارہ کے کنٹرول میں دینے کی تجویز کو قابل مذمت سمجھتی ہے۔ اس وقت حکومت سعودی عرب حرمین شریفین کی بے مثال خدمات انجام دے رہی ہے اور اس پر اسے خراج تحسین پیش کرتی ہے۔

مولانا سمیع الحق نے مجوزہ آل پارٹیز کانفرنس کے بارہ میں کہا کہ اس سلسلہ میں پارٹی کی رائے ہے کہ یہ آل پارٹیز کے بغیر ایک کانفرنس ہوگی۔ جماعت اسلامی اور مسلم لیگ کو شریک نہیں کیا جا رہا۔ جمعیۃ علماء اسلام جو ملک بھر کے ۹۵ فی صد علماء پر مشتمل ہے کو شتر مرغ کی طرح دنیا میں تسلیم نہیں کیا جاتا۔ اصغر خان مخالف ہیں، نورانی صاحب ابھی سوچ رہے ہیں اور مسلم لیگ کا ملک قاسم دھڑا اس میں شمولیت نہیں کر رہا۔ این پی پی کو مس بے نظیر قبول نہیں کر رہی تو یہ کانفرنس درحقیقت ایم آر ڈی کا وہ ایڈیشن ہوگا جس پر ایم آر ڈی بھی پوری شریک نہیں ہوگی۔ ہمارے نزدیک اگر کانفرنس کی داعی جماعت اسلامی نظام کے بارہ میں مخلص ہے، تو ہمارا مطالبہ ہے کہ مجوزہ آل پارٹیز کانفرنس میں سب سے اہم نقطہ فوری طور پر اسلامی نظام کے نفاذ کا شامل کیا جائے تب معلوم ہو سکیگا کہ ان لوگوں کی سیاست اسلام کے لئے ہے۔ ہماری جدوجہد نفاذ شریعت میں تو ان لوگوں کو کیڑے ہی کیڑے نظر آ رہے ہیں تو پھر انہیں ایسی اہم کانفرنس میں اسلام کا نقطہ رکھنے میں کیا تردد ہے۔ اگر ایجنڈے میں یہ نقطہ شامل کیا جائے تو ہم ایسی کانفرنس کا خیر مقدم کرینگے مگر جن لوگوں کی سیاست لادینی عناصر کی بیساکھیوں پر قائم ہے وہ ہرگز ایسے گھاٹے کا سودے پر تیار نہیں ہوں گے۔

مولانا سمیع الحق نے پاکستان کی فوجی اور اقتصادی امداد کے لئے امریکی سینٹ کی خارجہ تعلقات کی کمیٹی کے شرائط اور پاکستان کی حکومت کی اس پر چپ سادھ کی شدید مذمت کی۔ انہوں نے کہا کہ امریکی امداد کے شرائط میں قادیانیوں کو مکمل تحفظ اور مکمل شہری آزادیاں اور مذہبی آزادیاں دلوانے سے یہ ثابت ہو گیا ہے کہ قادیانی گروہ استعماری قوتوں کا ایجنٹ اور آلہ کار ہے۔ مولانا سمیع الحق نے کہا، امریکہ کی مشروط امداد سے ملت اسلامیہ کے دینی تشخص اور مذہبی معتقدات پر براہ راست ناقابل برداشت حملہ ہے۔ یہ صورت حال ملک کے دینی اور قومی حلقوں کے لئے چیلنج اور لمحۂ فکریہ ہیں۔ انہوں نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ اس شرط کو مسترد کر دینے کا دو ٹوک اعلان کرے۔

مولانا سمیع الحق نے سندھ ہائی کورٹ کے جسٹس تنزیل الرحمان کے حالیہ تاریخ ساز فیصلوں پر انہیں خراج تحسین پیش کیا۔ انہوں نے کہا اس سے حکومت کے اصل عزائم نکھر کر سامنے آجاتے ہیں کہ

جب قانونی گنجائش بھی نہیں ہے مگر پھر بھی غیر اسلامی قوانین کو تحفظ دیا جا رہا ہے۔ انہوں نے کہا جسٹس تنزیل الرحمان نے قرارداد مقاصد کے ذریعے غیر اسلامی قوانین کی تنسیخ کے ضمن میں جو تاریخ ساز فیصلہ دیا ہے اس سے مسلمانوں کا سر اونچا ہو گیا ہے، عدالتوں کا وقار بحال ہوا ہے اور انشاءاللہ یہ فیصلہ اسلامی قوانین کی تنفیذ میں بہت اہم اور موثر ثابت ہوگا۔ کاش حکومت اس آئینہ میں اپنا چہرہ دیکھ کر مستقبل سنوارنے کا کچھ سوچ لیتی۔

مولانا سمیع الحق نے پاکستان میں امریکی سفیر مسٹر آرنلڈ رافیل کے حالیہ انٹرویو جو روزنامہ "خلیج ٹائمز" میں شائع ہوا کو ناپسندیدہ اور شر انگیز قرار دیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ امریکی سفیر نے یہ بیان دیکر کہ "امریکہ اسلامی بنیاد پرستی کے خلاف نہیں بلکہ وہ ایران اور لبنان کی طرح کے اسلامی ریڈیکل ازم کی مخالفت کرتا ہے" اہل اسلام کے جذبات کو مجروح کیا ہے اور جہاں اس سے مسلمانوں میں اشتعال پیدا ہوا وہاں امریکہ اور پاکستان کے تعلقات میں ناخوشگواری کے امکانات کے ساتھ ساتھ اسلام اور مسلمین کے بارے میں امریکیوں کے عزائم کی عکاسی بھی ہوئی ہے۔ مولانا سمیع الحق نے کہا "اسلامی بنیاد پرستی" کی اصطلاح امریکیوں کی وضع کردہ ہے۔ وہ اس تصور کا مصداق رجعت پسند، ترقی بیزار اور ذہنی و فکری جمود کا شکار قوموں کو قرار دیتے ہیں۔ مولانا سمیع الحق نے کہا کہ حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ سرکاری سطح پر اس کا نوٹس لے ہمیں کسی بھی بڑی یا چھوٹی طاقت سے وابستہ رہنے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ ہمیں ایمان و اسلام سے خالی کر دیں۔ انہوں نے کہا ملکی سطح پر ٹھوس پالیسی اختیار کر کے جب تک بڑی طاقتوں کی غلامی سے مکمل نجات حاصل نہیں کی جاتی، اسلامی اقدار و روایات اور مسلم معتقدات کے خلاف کفر کی یلغار کو نہیں روکا جا سکتا۔

مولانا سمیع الحق نے کہا کہ ہماری جمعیۃ علماء اسلام بلدیاتی انتخابات میں بھرپور حصہ لیگی انہوں نے کہا کہ ہماری جماعت کسی بھی سطح پر قوم اور ملک کی تعمیری خدمات سے فرار کی قائل نہیں۔ اس لئے جمعیۃ علماء اسلام کے کارکن ابھی سے بلدیاتی انتخابات میں حصہ لینے کی تیاریاں شروع کر دیں اور پارٹی کی تنظیمی کارکردگی پر بھرپور توجہ دیں اور اس سلسلہ میں ابھی سے رابطۂ عوام مہم کا آغاز کر دیں۔

ضبط وترتیب۔ مولانا عبدالقیوم حقانی

افاداتِ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ

۵؍شوال ۱۴۰۷ھ کو دارالعلوم کے نئے تعلیمی سال کی افتتاحی تقریب دارالحدیث میں منعقد ہوئی دارالعلوم کے اساتذہ و مشائخ، طلبہ اور قرب وجوار کے احباب ومخلصین اس میں شریک ہوئے۔ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے اس موقع پر جو مختصر افتتاحی خطاب فرمایا ذیل میں افادہ عام کے پیشِ نظر نذرِ قارئین ہے۔ (ادارہ)

الحمدللہ، اللہ پاک کا فضل وکرم ہے کہ ہم مرکز علم دارالعلوم دیوبند کے اکابر اساتذہ کے نقشِ قدم پہ چلنے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہاں بھی تعلیمی سال کے آغاز میں تعلیمی کام کی افتتاح جامع ترمذی سے ہوتی ہے۔ جو کتب حدیث میں پانچویں نمبر پہ ہے۔

یہ بات میں نے اس وہم کے ازالہ کے لئے عرض کر دی ہے کہ بعض مدارس میں تعلیمی سال کا آغاز بخاری شریف سے ہوتا ہے اور ہم جامع ترمذی سے کیوں کرتے ہیں؟ یہ ایک طالب علمانہ اشکال ہے ممکن ہے کہ آپ کے اذہان میں بھی آیا ہو۔ تو میں نے عرض کر دیا کہ

الولد سر لابیہ، صالح اولاد اپنے والدین کے نقشِ قدم پر چلتی ہے۔ ہم مادرِ علمی دارالعلوم دیوبند کی روحانی اولاد ہیں وہاں کے اساتذہ ہمارے روحانی آبا ہیں۔ چونکہ وہاں ترمذی شریف سے آغاز ہوتا ہے اس لئے ہمارے یہاں بھی انہی کے طریقہ کے مطابق ہم نے ترمذی شریف سے افتتاح کرنے کا عمل جاری رکھا ہے۔

علم الحدیث کے دو اقسام ہیں ۱۔ علم الحدیث بالروایۃ ۔۲۔ علم الحدیث بالدرایۃ

علم الحدیث بالروایۃ کی تعریف یہ ہے۔

علم یعرف بہ ما یضاف الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم قولاً او فعلاً او تقریراً او سکوتاً من حیث انہ نبی ورسول

یا علم یعرف بہ اقوال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وافعالہ واحوالہ من حیث انہ نبی ورسول صلی اللہ علیہ وسلم

اور علم الحدیث بالدرایہ۔ جو نخبۃ الفکر میں آپ حضرات کو پڑھایا جاتا ہے۔ نخبۃ الفکر اس فن کی اہم

اور بنیادی کتاب ہے۔ موقوف علیہ کے سال میں پڑھائی جاتی ہے جس نے نہیں پڑھی تو یقیناً وہ علم کے ایک بڑے حصے سے محروم ہے۔ اس کتاب میں علم الحدیث بالدرایہ کے مشت نمونہ خروارے اہم اور بنیادی مسائل بیان کئے گئے ہیں گویا سمندر کو کوزہ میں بند کر دیا گیا ہے۔

علم الحدیث بالدرایۃ کی تعریف یہ ہے۔

علم بقوانین یعرف بہا احوال السند والمتن من صحۃ وحسن وضعف وعلو ونزول وکیفیۃ تحمل والاداء وصفات رجال [1]

ہمارے اساتذہ اور اکابر علماء دیوبند نے جب ہمیں حدیث پڑھائی تو درس حدیث میں ائمہ احناف کے سارے اصول و قواعد، قوانین، تفریعات اور جزئیات کے بارے میں آگاہ کر دیا۔ کہ وہ احادیث رسول سے ماخوذ اور قرآن و سنت سے مستنبط ہیں عین روح شریعت ہیں

ائمہ فقہاء نے اپنے مذاہب کا استدلال قرآن و حدیث سے کیا ہے۔ شوافع حضرات، حنابلہ حضرات اور موالک حضرات اپنے اپنے مذاہب اور فقہی مسلک کے لئے احادیث سے استدلال کرتے ہیں۔

آپ حضرات جو دورۂ حدیث میں حدیث کی دس کتابیں پڑھتے ہیں ان کتب حدیث میں مسائل و احکام اور ان کے دلائل، وجوہات، قوانین اور اصول و کلیات مذکور ہیں جن حضرات ائمہ مجتہدین کو استنباط و استخراج مسائل کا ملکہ حاصل ہوتا ہے۔ تو وہ ان میں غور کر کے احکام و مسائل نکالتے رہتے ہیں۔

بخاری شریف کا بڑا مقام ہے کتب حدیث میں درجہ اول میں ہے اصح الکتب بعد کتاب اللہ بخاری ہے۔ اس کے بعد دوسرے درجہ میں مسلم شریف ہے۔ مگر دونوں کتابوں کا آپ جب مطالعہ کریں گے تو صراحۃً اور آسانی سے کسی بھی مذہب اور فقہی مسلک حنفی، شافعی، حنبلی یا شافعی یا مالکی کے دلائل آسانی سے معلوم نہیں کئے جا سکتے۔ مسلم شریف میں خالص نبی مرفوع احادیث ہیں۔ حتیٰ کہ امام مسلم نے تراجم بھی اس کے خود نہیں لکھے بعد میں متاخرین علماء نے لکھے ہیں۔ امام نووی نے لکھے ہیں تاہم اکابر اساتذہ حدیث کہتے ہیں کہ امام نووی اس کے تراجم کا حق ادا نہیں کر سکے۔

بہرحال مسلم شریف ہو یا بخاری شریف عراقیین اور حجازیین کے دلائل آسانی سے معلوم نہیں ہو سکتے

---

[1] مقدمہ اعلاء السنن ج ۱ ص ۵ میں اصطلاحی تعریف یوں نقل کی گئی ہے علم الحدیث الخاص بالدرایہ علم یعرف منہ حقیقۃ الروایۃ شروطہا وانواعہا واحکامہا وحال الرواۃ وشروطہم واصناف المرویات وما یتعلق بہا۔ (عبدالقیوم حقانی)

ان کے لئے دقت نظر کی ضرورت ہے۔ مگر امام ترمذی نے اپنی جامع میں اس لحاظ سے سب کچھ آسان کر دیا ہے گو ترمذی پانچویں درجہ کی کتاب ہے۔ مگر سہولت اور تفہیم حدیث اور مستدل ائمہ کے لحاظ سے سب سے بڑھ کر ہے امام ترمذی نے عراقیین اور حجازیین کے لئے علیحدہ علیحدہ ابواب قائم کئے ہیں، شوافع اور حنابلہ کے مذاہب کی تصریح کرتے ہیں ان کے مستدل دلائل اور مشرب اور بیان کرتے ہیں۔

امام ترمذی ایک مسئلہ میں دو باب قائم فرماتے ہیں۔

ایک حنفیہ کا اور ایک شوافع کا۔ پھر وجہ ترجیح بھی بیان فرماتے ہیں۔ امام ترمذی نے اپنی جامع میں ۱۴ علوم کو جمع کر دیا ہے۔ ہم لوگ اگر ترمذی شریف سے بے نیاز ہو کر دس سال تک بخاری شریف اور مسلم شریف کا مطالعہ کرتے رہیں تو استنباط اور استخراج مسئلہ بہت مشکل ہے۔ مگر امام ترمذی نے تمام ابواب اور ان کے مسائل اس لحاظ سے بھی آسان کر دئے ہیں۔ حدیث کا مقام، درجہ، وجہ ترجیح اور روایت کے بارے میں تفصیلات یکجا جمع کر دی ہیں۔

اور استخراج مسائل اور ابواب و تراجم اور وجوہات ترجیح و دلائل کے لحاظ سے ترمذی شریف دیگر کتب حدیث سے نافع ہے اس میں ایسی خوبی ہے جو دوسروں میں نہیں۔ اس وجہ سے ہمارے اکابر اساتذہ دیوبند تعلیمی سال کا افتتاح ترمذی شریف سے کرتے ہیں۔

ترمذی شریف بظاہر حجم میں چھوٹی ہے مگر علوم و معارف اور مسائل و احکام کا بحر بیکراں ہے۔

اس کے بعد حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے سند حدیث بیان فرمائی۔

حضرت شیخ الہند کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن، استاذ الکل ہیں ان کا ترجمہ و تفسیر بے نظیر ہے آپ بڑے متبحر اور عظیم علمی شخصیت تھے تمام زندگی مجاہدہ و ریاضت اور جیل و جہاد میں گذاری میرے استاد اور شیخ، شیخ العرب والعجم مولانا حسین احمد مدنی حضرت شیخ الہند کے شاگرد تھے۔

بیان سند کے بعد ارشاد فرمایا۔

محترم دوستو! میرا جی چاہتا ہے کہ آپ حضرات کی خدمت میں کچھ عرض کروں۔ مگر بدقسمتی سے امراض ہیں عوارض ہیں اور وقت بھی تنگ ہے۔ بہرحال اللہ تعالیٰ کی ذات بڑی غیور ہے۔

ان تنصروا اللہ ینصرکم۔ اگر تم اللہ کے دین کی مدد کرو گے تو خدا تمہاری مدد کرے گا۔ یہ دیکھئے اس گئے گزرے ہوئے دور میں اکوڑہ کی اس وادی غیر ذی زرع میں دار العلوم حقانیہ کا قیام۔ خالص خدا تعالیٰ کی مدد اور نصرت پر قائم ہے۔ انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون۔ کا وعدہ ایفا ہو رہا ہے۔ خدا تعالیٰ نے دین کی حفاظت کی ذمہ داری

باقی صفحہ پر

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ

شرعی قوانین، اضطراب اور تذبذب

اعتقادی اور عملی نفاق

اس ملک گیر عوامی احتجاج اور عظیم الشان جلسوں کے ساتھ (جس میں نظم و احترام، قانون اور سنجیدگی و وقار کا پورا لحاظ رکھا گیا) بورڈ کے ذمہ داروں نے وزیراعظم ہند راجیو جی سے اور ان کے اشارہ وہدایت سے جمہوریہ ہند کے وزیر قانون مسٹر اشوک سین اور ان کے رفقاء سے رابطہ قائم رکھا۔ انہوں نے راجیو جی سے دو تین مرتبہ شخصی اور خصوصی ملاقاتیں کیں اور آزادانہ و بے تکلفانہ فضا میں ان کو اس مسئلہ کی نوعیت و اہمیت مذہبی و شرعی نقطۂ نظر اور اس سلسلہ میں مسلمانوں کے جذبات و تاثرات سے واقف کرانے کی مخلصانہ کوشش کی۔ راجیو جی نے بھی (جنکو یقیناً اس سلسلہ میں مسلمانوں کے اضطراب و بے چینی اور عظیم الشان جلسوں کی رپورٹ پہنچ چکی ہوگی) صبر و سکون اور احترام کے ساتھ یہ باتیں سنیں اور وہ اس بارے میں مطمئن (CONVINCED) ہوگئے کہ یہ مسلمانوں کا خالص مذہبی مسئلہ ہے اور اسکی صحیح ترجمانی وہی علماء کرسکتے ہیں، جن کا دین کا مطالعہ گہرا اور وسیع ہے اور وہ مسلمانوں کے نزدیک دین و شریعت کے صحیح ترجمان ہیں اور اس سے کوئی سیاسی فائدہ نہیں اٹھانا چاہتے چنانچہ انہوں نے ایک سے زائد بار اس کا اظہار کیا کہ انہوں نے اس مسئلہ پر نامور علماء سے تبادلۂ خیال کرلیا ہے اور وہ مطمئن ہیں کہ اسلام طبقۂ اناث (FEMALE SEX) بشمول مطلقہ خواتین کے حقوق کا پورا تحفظ کرتا ہے۔

اس سلسلہ میں یہاں تک ان کے الفاظ نقل کئے گئے ہیں کہ وہ موجودہ قانون سے بھی زیادہ ان کے حقوق کا تحفظ کرتا ہے اور ان کو حق دیتا ہے۔ وہ حقیقت پسندی، اخلاقی جرأت اور احساس ذمہ داری اور عزم و فیصلہ کے ساتھ مطلقہ خواتین کے حقوق کے تحفظ کا بل پارلیمنٹ میں لائے اور اس پر واضح اور

طاقتور وہپ (WHIP) جاری کیا اور وہ ۶ رمئی ۱۹۸۶ء کو تحفظ حقوق مسلم مطلقہ بل" کے عنوان سے کھلی اکثریت کے ساتھ پاس ہوا اور مسلمانوں نے ایک ایسی ملت کی طرح (جو صحیح و غلط تائید و مخالفت اور خلوص و سیاست میں فرق کرنے کی صلاحیت سے محروم نہیں ہوئی) اس شریفانہ اور جرأت مندانہ اقدام کا پوری فراخ دلی اور جذبہ شرافت کے ساتھ اعتراف اور اپنے تشکر و امتنان کا اظہار کیا اور وزیراعظم صاحب کے نام ملک کے کونہ کونہ سے شکریئے کے تار آئے۔ بیرونی ملکوں کے بھی بعض موقر تنظیموں اور علمی مجلسوں نے شکریہ و تحسین کے تار بھیجے۔ سعودی عرب، کویت، امارات اور برطانیہ کے عربی اخبارات و رسائل نے پہلی مرتبہ اس پر مسرت کا اظہار کیا اور حکومت ہند کی حقیقت پسندی کا اعتراف کیا۔

یہ واقعات کی منطق (LOGIC) اور حقیقت پسندی کا دانشمندانہ تقاضا تھا اس موقعہ پر ایک مشہور برطانوی ماہر قانون بوڈن ہیمر (E. BODEN HEIMER) نے "فلسفہ قانون اور اس کی سماجی اہمیت" سے بحث کرتے ہوئے جو کچھ لکھا ہے، وہ یہاں پیش کیا جاتا ہے۔

"کسی قانونی نظام سے جس کا منشاء زندگی میں یکسانیت پیدا کرنا ہو، لوگوں کے ایک بڑے طبقہ میں یہ تاثر پیدا ہوتا ہو کہ ان کے ساتھ انصاف نہیں کیا گیا ہے تو اس قانون کو ٹوٹنے یا اس سے بچنے سے محفوظ رکھنا حکومت کے ذمہ داروں کے لئے انتہائی مشکل ہوگا، لوگ کسی ایسے قانون کو زیادہ دنوں تک برداشت نہیں کر سکتے جسے وہ نامناسب یا ناقابل برداشت سمجھتے ہوں) جو حکومت اس قسم کے نظام قانون کو برقرار رکھنے پر مصر ہو، اس کو نافذ کرنے میں سخت مشکلات کا سامنا کرنا ہوگا، اس لئے کوئی نظام جسکی بنیاد انصاف پر نہ ہو، غیر محفوظ اور پرخطر ہوگا جیسا کہ جان ڈکنسن (JOHN DICKENSON) نے کہا ہے، ہمیں کسی عام اور متعین ضابطہ کی ضرورت نہیں ہے بلکہ ایسے ضابطہ کی جسکی بنیاد انسانی ضرورت اور صلاحیت پر ہو، ورنہ وہ نظام قابل عمل نہ ہوگا، یہ قانون منصفانہ اقدار، اندرونی رجحان کی خلاف ورزی کرے گا، ہمیشہ اس کی خلاف ورزی کی جائے گی اور اتنا ناپائیدار ہوگا کہ اس کا جواز ہی ختم ہو جائیگا۔"

اس موقعہ پر اس حقیقت کا اظہار بھی ضروری ہے کہ جہاں تک اس مسئلہ میں اتحادِ رائے اور آل انڈیا مسلم پرسنل لار بورڈ سے تعاون کرنے کا تعلق ہے، ملک کی تمام مسلم سیاسی و غیر سیاسی جماعتوں و تنظیموں اور مذہبی مکاتب خیال نے اس سے پورا اشتراک عمل اور تعاون کیا اور ان کے قائدین نے اس مشترک ملی مسئلہ سے پوری دلچسپی اور ہمدردی کا اظہار کیا اور ملک گیر دوروں میں شریک رہے۔

اس سلسلہ میں ناسپاسی ہوگی اگر ہم ان خاص شخصیتوں کا نام نہ لیں جنہوں نے پارلیمنٹ کے اندر اور پارلیمنٹ سے باہر پوری طاقت اور لیاقت کے ساتھ مسئلہ کی وکالت اور مسلمانوں کے جذبات کی نمائندگی کی، ان میں ارکانِ حکومت میں سے جناب ضیاء الرحمن انصاری صاحب اور ممبران پارلیمنٹ میں سے جناب محمود بنات والا صاحب خاص طور پر ملت کے شکریہ کے مستحق ہیں خواتین میں سے محترمہ نجمہ ہبۃ اللہ صاحبہ اور بیگم فخرالدین علی احمد صاحبہ اور بعض دوسری اعلیٰ تعلیم یافتہ خواتین نے اپنی دینی حمیّت اور اسلامی مسائل سے دلچسپی کا ثبوت دیا اور اس سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ صرف مردوں کا طبقہ ہی اس جد و جہد میں شریک اور اسلام کے عائلی قانون سے مطمئن نہیں، بلکہ اعلیٰ تعلیم یافتہ خواتین بھی اسلامی قوانین سے مسرور، مطمئن اور اس کی برتری و بہتری کی قائل ہیں۔

حضرات!

یہ دین جو ہم تک پہونچا ہے اور جس دولت کے ہم آپ امین اور (محافظ کا لفظ تو بڑا ہے) اس دولت کے حامل ہیں، وہ دین ہمیں دانشوروں، سماجی خدمت گاروں، اصلاحی کام کرنے والوں (REFORMERS) یا بانیان سلطنت کے ذریعہ نہیں پہونچا، یہ سارے گروہ قابلِ احترام ہیں لیکن کسی دین میں اور کسی تہذیب، نظام فکر، دبستان (SCHOOL OF THOUGHT) اور خالص مطالعہ، غور و فکر اور تجربہ کے نتائج میں ایک حدِ فاصل 'سرحدی لکیر' (LINE OF DEMARCATION) ہوتی ہے جو ایک کو دوسرے سے جدا کرتی ہے، اس خط کو کسی طرح نظر انداز نہیں کیا جاسکتا، حدّ فاصل یہ ہے کہ آسمانی مذاہب (ادیان) ان برگزیدہ افراد کے ذریعہ پہونچے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے نبوّت کے منصب سے سرفراز فرمایا تھا اور جن پر وحی آتی تھی، اس نکتہ کو نہ سمجھنے کی وجہ سے خلط مبحث (CONFUSION) ہوتا ہے، زیادہ تر لوگ نادانستہ طریقہ پر ان مذاہب سے توقع اور بعض اوقات آگے بڑھ کر ایسی چیزوں کا مطالبہ کرنے لگتے ہیں،

جن کی ان مذاہب میں گنجائش اور ان کا کوئی جواز نہیں، وہ بعض اوقات ان کی تشریح کا فرض اپنے ذمہ لے لیتے ہیں، اپنی وسعت مطالعہ اور وسعتِ نظر کے اظہار کے لئے وہ مذاہب کی ترجمانی ایسی کرنے لگتے ہیں جیسے کہ یہ نرے فلسفے یا انسانوں کے بنائے ہوئے تہذیب و تمدن کے نظام اور سماجی تجربے اور معاشرتی نظریات ہیں، یہ ہے وہ غلطی جو نادانستہ طریقہ پر بعض بڑے ذمہ دار اور سنجیدہ لوگوں سے ہوتی ہے، وہ یہ نہیں جانتے کہ دین اور غیر دین میں حدِ فاصل اور امتیازی نشان کیا ہے؟ فلسفہ، سماجیات (SOCIAL SCIENCE) کا علم تہذیب و تمدن (CIVILIZATION) سوسائٹی اور انسانی معاشرہ، یہ سب اپنی جگہ حقائق ہیں، ہم ان کا انکار نہیں کرتے، ان کا احترام کرتے ہیں اور اپنے ذمہ ان کے حقوق سمجھتے ہیں، خود مسلم ملت ایک معاشرہ، تہذیب و تمدن اور فکر و دانش کا ایک مستقل مدرسہ (SCHOOL OF THOUGHT) بھی ہے لیکن اس کی جو اصل حقیقت ہے، وہ یہ ہے کہ وہ ایک "دین" ہے اور اس دین کو دنیا میں پیش کرنے والے اور اس کو بروئے کار لانے والے، اس کو ہماری زندگی میں داخل کرنے والے انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام ہیں اور یہ ان کی زبان اور ان کا طرز فکر نہیں، اس کا بنیادی چشمہ ان کے دماغ میں نہیں تھا بلکہ ان سے باہر اور ان سے بلند تھا اور وہ ان کے لئے اسی درجہ قابلِ احترام اور قابلِ اطاعت تھا، جیسے ہمارے آپ کے لئے اور سارے امتیوں کے لئے۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُّوحٰى ۝ سورۃ النجم ۳-۴	اور وہ خواہش نفس سے منہ سے بات نہیں نکالتے ہیں، یہ (قرآن) تو حکم خدا ہے (اور ان کی طرف بھیجا جاتا ہے)
مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْإِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا ۚ وَإِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ إِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ (سورۃ الشوریٰ - ۵۲)	آپ نہیں جانتے تھے کہ لکھنا پڑھنا کیا ہوتا ہے، ہم نے اس کو ایک نور کی طرح آپ کے سینہ میں اتارا اور اس سے ہم اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتے ہیں ہدایت کرتے ہیں اور بے شک (اے محمدؐ) تم سیدھا راستہ دکھاتے ہو۔

وحی و نبوت کا فرق اساسی فرق ہے، ہمیں غیر مسلم بھائیوں اور غیر مسلم فضلاء سے زیادہ شکوہ نہیں کہ وہ وحی و نبوت کے عہد سے اتنے دور ہو چکے ہیں کہ ان کے مفہوم سے بھی بہت سے حضرات ناآشنا ہیں، بعثت محمدی سے پہلے خود عربوں کا یہی حال تھا، اس میں نہ کسی

ذہانت کا انکار ہے اور نہ کسی کی نیت پر حملہ ہے، ایک تاریخی یا نفسیاتی تجزیہ ہے کہ جو شخص نبوت اور وحی کی حقیقت سے واقف نہیں اور یہ نہیں جانتا کہ اس کا کیا مرتبہ اور حق ہے اور اس کے کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں، وہ کس چیز کی متقاضی ہے، وہ مسلمانوں کے بارے میں مشورہ دینے یا فیصلہ کرنے کا اخلاقی یا قانونی طور پر مجاز نہیں۔

دوسری ضروری بات یہ ہے کہ دین اسلام کے دائرہ کو سمجھ لیا جائے۔ اس بارے میں مذاہب میں خود اختلاف ہے اور اس میں درجوں کا فرق ہے۔ کئی مذاہب ایسے ہیں کہ درجۂ نبوت سے ان کا آغاز ہونے کے باوجود انہوں نے مذہبی زندگی کو ایک خاص دائرہ میں محدود کر لیا ہے مثلاً عبادات کے دائرہ میں، لیکن اسلام کا معاملہ یہ نہیں ہے، اسلام میں دین کا دائرہ پوری زندگی پر محیط ہے۔ یہ ایک اساسی حقیقت ہے جو عبد و معبود کے تعلق کو سمجھے بغیر سمجھ میں نہیں آسکتی، ہر مسلمان خدا کا فرماں بردار بندہ ہے اور اس کا تعلق خدا سے دائمی ہے، عمومی ہے، عمیق بھی ہے اور وسیع بھی ہے، محدود بھی ہے، جامع بھی۔ قرآن شریف میں ہے :-

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ط اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ○	"اے ایمان والو، اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے پیچھے نہ چلو، وہ تو تمہارا صریح دشمن ہے۔

(سورۃ البقرہ - ۲۸)

میں یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ مسلمان اگر مسلم پرسنل لاء (شرعی، عائلی قانون) میں تبدیلی قبول کر لیں گے تو آدھے مسلمان رہ جائینگے، اس کے بعد خطرہ ہے کہ آدھے مسلمان بھی نہ رہیں، فلسفۂ اخلاق، فلسفۂ نفسیات اور فلسفۂ مذاہب کا مطالعہ کرنے والے جانتے ہیں کہ مذہب کو اپنے مخصوص نظام معاشرت و تہذیب سے الگ نہیں کیا جاسکتا، دونوں کا ایسا فطری تعلق اور رابطہ ہے کہ معاشرت مذہب کے بغیر صحیح نہیں رہ سکتی اور مذہب معاشرت کے بغیر موثر و محفوظ نہیں رہ سکتا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ آپ مسجد میں مسلمان ہیں (اور مسجد میں کتنی دیر مسلمان رہتا ہے، اپنے سارے شوق عبادت کے باوجود ؟) اور گھر میں مسلمان نہیں، اپنے . . معاملات میں مسلمان نہیں، اپنے عائلی و خاندانی روابط و تعلقات میں مسلمان نہیں، حقوق کی ادائیگی اور ترکہ کی تقسیم میں مسلمان نہیں، اس لئے ہم اس کی بالکل اجازت نہیں دے سکتے کہ ہمارے اوپر کوئی دوسرا نظام معاشرت، نظام تمدن اور عائلی قانون مسلط کیا جائے، ہم اس کو دعوتِ

ارتداد سمجھتے ہیں اور ہم اس کا اس طرح مقابلہ کریں گے جیسے دعوتِ ارتداد کا مقابلہ کرنا چاہئیے اور یہ ہمارا شہری، جمہوری اور دینی حق ہے اور ہندوستان کا دستور اور جمہوری ملک کا آئین اور مفاد نہ صرف اس کی اجازت دیتا ہے بلکہ اس کی ہمت افزائی کرتا ہے کہ جمہوریت کی بقا اپنے حقوق کے تحفظ اور اظہارِ خیال کی آزادی اور ہر فرقہ اور اقلیت کے سکون و اطمینان میں مضمر ہے۔

حضرات!

میں اجازت چاہتا ہوں کہ چند دن پیشتر (۲۲ر نومبر ۱۹۸۶ء) کو وارانسی کی صوبائی دینی تعلیمی کانفرنس میں، میں نے جو خطبہ پڑھا تھا اس کا ایک اقتباس آپ کے سامنے پیش کردوں کہ وہ اس مسئلہ (مسلم پرسنل لا) سے بھی وہی تعلق رکھتا ہے جو مسلمانوں کی نئی نسل کی دینی تعلیم کے مسئلہ سے۔ میں نے عرض کیا تھا کہ:۔

"آپ ایسے ملک میں ہیں جس میں اکثریت غیر مسلموں کی ہے، وہ جمہوری ملک ہے اور وہاں قانون ساز مجلسیں قانون بناتی ہیں۔ جب یہ ملک جمہوری ہے تو پارلیمنٹ ہی قانون بنائے گی اور جمہوریت کا یہ قاعدہ ہے کہ اکثریت کی رائے اور تائید سے قانون بنتا ہے، اس لئے ہر وقت اس کا خطرہ ہے کہ ایسے قوانین بنیں جو ہمارے بنیادی عقائد، مسلمات، ہمارے جذبات اور ہماری ضرورتوں کے خلاف (بدنیتی سے کم اور ناواقفیت سے زیادہ) بنیں۔ یہ بھی فراموش نہیں کرنا چاہیئے کہ وہاں مذہبی، تہذیبی اور لسانی بنیادوں پر جارحانہ احیائیت (AGGRESSIVE REVIVALISM) اور کلیت پسندی (TOTALITARIANISM) کی تحریکیں بھی زور و شور سے چل رہی ہیں۔ اب آپ کا کام یہ ہے کہ ایسے سیکولر اور جمہوری ملک میں اپنے ملی تشخص کی حفاظت آئینی طریقہ پر کریں آپ ہندوستان کے وفادار، مفید، کارآمد اور اس کے ضروری جزو ہونے کی حیثیت سے اپنی افادیت و اہمیت ثابت کریں اور مطالبہ کریں کہ کوئی قانون ہماری شریعت، آسمانی کتاب اور ہمارے عقائد کے خلاف نہیں بننا چاہیئے۔ آپ اسی کے ساتھ یہ بھی ثابت کریں کہ خلافِ شریعت قانون بننے سے آپ کو اس سے زیادہ اذیت ہوتی ہے اور آپ کا ملی وجود اس سے زیادہ خطرہ میں پڑ جاتا ہے، جتنا کھانا روکنے سے، کوئی جمہوری حکومت کسی اقلیت اور کسی فرقہ کی غذائی ضرورتوں کو نہیں روک سکتی۔ کوئی حکومت چاہے کتنی ہی طاقتور ہو، یہ قانون نہیں بنا سکتی کہ فلاں فرقہ کو غلہ کی فراہمی روک دی جائے یا بازار میں اس کو دکان کھولنے کی اجازت نہ دی جائے، یا اس

کے بچوں پر تعلیم اور تعلیم گاہوں کے دروازے بند کر دیئے جائیں، ایسا اگر ہونے لگے تو آپ قیامت برپا کر سکتے ہیں۔ آپ ثابت کر دیں کہ اس قانون اور اس نئے نظام تعلیم سے آپ کو ایسی گھٹن ہو رہی ہے جیسے مچھلی کو پانی سے نکال کر باہر رکھنے سے ہوتی ہے۔ آپ کے چہروں کے اتار چڑھاؤ، حرکات و سکنات سے معلوم ہو جائے کہ آپ کی صحت اور توانائی اور کارکردگی پر اثر پڑ رہا ہے اور یہ محسوس کر لیا جائے کہ یہ ایک مغموم قوم کے افراد ہیں، اس نئے قانون سے اُن کا دم گھُٹ رہا ہے اور یہ ان کی آئندہ نسل کے قتل کے مترادف ہے۔ یہ کام آپ کو خلوص کے ساتھ عملی طور پر ایسی کیفیات کے ساتھ کرنا ہوگا کہ ہر شخص اسٹیشنوں، پارکوں اور بسوں میں آپ کی بے چینی کو محسوس کرے۔ اگر آدھا نہیں تو کم از کم اس کا چوتھائی حصہ ثابت کرنا ہوگا۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ایک ہفتہ بھی ایسا قانون نہیں چل سکتا۔ میں نے دُنیا کے آئینوں اور دستورِ حکومت کا مطالعہ کیا ہے اور جمہوریتوں کی تاریخ پڑھی ہے، اس لئے میں یہ بات کہہ رہا ہوں۔

برادرانِ ملت!

اب میں اس مجمع کو ایمانی و قرآنی زبان میں خطاب کرنا چاہتا ہوں اور آپ کی عملی زندگی کا محاسبہ کرتا ہوں۔ آپ دیکھئے کہ آپ اسلامی و قرآنی قانون معاشرت کا خود کتنا احترام کرتے ہیں اس پر خاندانی روایات کو اور رسم و رواج کو کتنی ترجیح دیتے ہیں؟ اس پر اس کا اضافہ کیجئے جو آپ نے اپنے ہم وطنوں سے سیکھا ہے، جہیز کا بڑھا چڑھا مطالبہ ہم میں کہاں سے آیا؟ اس کو کسی نام سے یاد کیا جاتا ہو، یہ چیز کہاں سے آئی؟ مکہ، مدینہ حرمین شریفین سے آئی ہے؟ قرآن مجید کے راستے سے آئی، یہ لعنت کہاں سے آئی؟ جب آپ اس کو قبول کرتے ہیں تو بطور سزا کے آپ کی غیرت ملی کو، آپ کے وجود ملی کو بار بار نشانہ بنایا جاتا ہے۔

میں بہانگ دُہل اعلان کرتا ہوں کہ ہم لوگ (شرعی قانون میں قانون سازی کے ذریعہ مداخلت کی) جو شکایت کرتے ہیں، وہ شکایت بجا ہے، ہم شکایت کرتے رہیں گے اور شکایت کرنا ہمارا حق ہے، ایک جمہوری ملک میں جہاں قانون چلتا ہو، جہاں ہر شہری کو برابر کا حق دیا گیا ہو، وہاں ہر شہری کو اور شہریوں کی ہر تنظیم کو اور آبادی کے ہر عنصر کے نمائندوں کو یہ حق ہے کہ پارلیمنٹ (ایوان قانون ساز) میں اپنے قومی عوامی جلسوں میں، اپنی مجلسوں میں اور اخباروں کے کالموں میں وہ اس بات کی شکایت کریں کہ ہمارا فلاں حق نہیں مل رہا ہے، ہمارے ساتھ ناانصافی ہو رہی

ہے، کوئی ملک جس کی جمہوریت پر بنیاد ہو، جو جمہوری ہو، اس کے بغیر نہیں چل سکتا، حقیقت پسند حکومتیں اس بات کا اہتمام کرتی ہیں کہ ان کے ایوان قانون ساز میں ایک حزب مخالف رہے، ایک اپوزیشن پارٹی ہو تاکہ اس کے ذریعہ حکومت کو اپنی خامیاں معلوم ہوتی رہیں اور اس کو ملک کی آبادی کو زیادہ مطمئن کرنے اور مطمئن رکھنے کا موقعہ ملتا رہے، اس لئے ہم اپنی حکومت سے شکایت کریں گے اور سو بار کریں گے اور اس کو اس پر فخر کرنا چاہیئے کہ ہمارے ملک میں شکایت کرنے کا حق ہے، یہ حق سلب نہیں کیا گیا ہے، ہمیں اپنی آواز بلند کرنے کا حق ہے، ہم اسی میں ملک کی فلاح سمجھتے ہیں، وہ ملک خطرہ میں ہے جہاں زبان بندی کا قانون نافذ کیا جائے، جہاں کسی کو کراہنے اور آہ کرنے کی اجازت نہ ہو، اس لیئے ہمارے اس ملک کا یہ افتخار ہمارے اس ملک کی یہ خصوصیت باقی رہنی چاہیئے، ہم ہمیشہ اپنے آئین ساز بھائیوں سے اور ارکان حکومت سے، انتظامیہ (ADMIN) اور حکمراں جماعت سے شکایت کریں گے۔

لیکن جب ہم اہل حکومت اور برادران وطن سے شکایت کرتے ہیں تو ہمیں آپ سے شکایت کرنے کا حق کیوں نہ ہو؟ ان سے تو شکایت کرینگے اور ان کا دامن پکڑیں گے لیکن آپ کا گریباں پکڑ لیں گے اور وہ ہاتھ ہمارا ہاتھ نہیں ہوگا، وہ دینی احتساب کا ہاتھ ہوگا، وہ شریعت کا ہاتھ ہوگا جو آپ کا گریباں پکڑے گا اور کہے گا کہ پہلے تم اپنے گریباں میں منہ ڈال کر دیکھو کہ تم اس قانون پر کتنا چلتے ہو، تمہاری نگاہوں میں اس قانون کی کتنی حرمت ہے؟ تم جہاں اس قانون کو چلا سکتے ہو وہاں چلا رہے ہو کہ نہیں؟ تم تو اپنے گھروں میں اس قانون کو نہ چلاؤ اور حکومت سے مطالبہ کرو کہ وہ تمہارے قانون کو چلائے، اس کا احترام کرے؟

یہاں سے یہ عہد کرکے جائیے کہ اب قانون شریعت پر آپ چلیں گے۔ یہ جہیز کی کیا مصیبت ہے؟ لڑکے والوں کی طرف سے مطالبات کی ایک لمبی چوڑی فہرست پیش ہوتی ہے، شرائط پیش کئے جاتے ہیں، ان کے پورا نہ ہونے پر یہ معصوم لڑکیاں جلادی جاتی ہیں، ملک میں سینکڑوں واقعات پیش آتے ہیں، صرف دہلی میں ہر بارہ گھنٹے پر ایک نئی بیاہی دلہن کو جلا کر مار ڈالا جاتا ہے۔ کیا اس کائنات کے خالق اور نوع انسانی کے مربّی (جس کی مخلوق مرد و عورت دونوں ہیں) کو یہ چیز گوارہ ہوسکتی ہے؟ کیا اس ظلم کے ساتھ کوئی ملک، کوئی معاشرہ پنپ سکتا ہے، خدا کی رحمت و نصرت کا مستحق ہو سکتا ہے؟ آپ رحمۃ للعالمین کی امت ہیں، آپ کے ہوتے ہوئے دوسروں کو بھی اس کی ہمت نہیں ہونی چاہیئے تھی۔ میں نے دہلی کے ایک جلسہ میں کہا تھا کہ اللہ تعا

فرماتا ہے کہ :۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ۚ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ۝ (سورۃ الانفال - ۳۳)

اور خدا ایسا نہ تھا کہ جب تک تم ان میں تھے، انہیں عذاب دیتا اور نہ ایسا تھا کہ وہ بخشش مانگیں اور انہیں عذاب دے۔

آپ رحمۃ للعالمین کی امت ہیں، آپ کے ہوتے ہوئے ہندوستانی سماج میں، ہندوستان کے معاشرہ اور سوسائٹی میں یہ ظلم ہو، اس کو عقل قبول کرنے کے لئے تیار نہیں۔ آپ کے ہوتے ہوئے بھی یہ نہیں ہونا چاہیئے تھا چہ جائیکہ آپ کے ہاتھوں ہو۔ عہد کیجئے کہ آپ اسلامی طریقہ پر شریفانہ انسانی طریقہ پر شادی کا پیام دیں گے، آپ لڑکی مانگیں گے، اپنے لئے رفیقہ حیات کی تلاش کرینگے بیٹے کے لئے پیام دیں گے، جہیز کے لئے آپ کے بڑھے چڑھے مطالبات نہیں ہوں گے کہ ہمیں یہ ملنا چاہیئے، وہ ملنا چاہیئے، لڑکوں کو اور ان کے وارثوں اور بزرگوں کو اس کا عہد کرنا چاہیئے کہ ہم اپنے یہاں تو کیا، ہم اس ملک سے اس رسم کو ختم کر دینگے۔

ایسا ہی ترکہ شرعی طریقہ پر تقسیم ہونا چاہیئے، نکاح شرعی طریقہ پر ہونا چاہیئے اور عورتوں کی بیویوں کی تعداد وہ ہی ہونی چاہیئے جو شریعت میں بیان کی گئی ہے۔ طلاق کا مسنون طریقہ معلوم کرنا چاہیئے، مسنون اور افضل طریقہ کیا ہے؟ پھر اس کے بعد فقہی طلاق جس سے طلاق واقع ہو جاتی ہے، اس کو سمجھنا چاہیئے کہ طلاق رجعی کیا ہوتی ہے؟ طلاق بائن ومغلظہ کیا ہوتی ہے؟ پھر اس میں طلاق کو آپ یہ سمجھیں کہ طلاق ابغض المباحات ہے، خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جائز ہے لیکن آخری درجہ کی چیز ہے، بڑی مجبوری کی چیز ہے جو اپنے کو حرام چیزوں سے اور زندگی کو تلخ بننے سے بچانے کے لئے بہت مجبوری سے دل پر پتھر رکھ کر اختیار کی جاتی ہے، یہ نہیں کہ طلاق ایک فیشن ہو گیا ہے، جو لوگ مسلمانوں کو یہ طعنہ دیتے ہیں، اس میں تھوڑی سی ہماری کوتاہی کو بھی دخل ہے، جتنا طعنہ دیتے ہیں اتنے کے مستحق تو ہم ہرگز نہیں ہیں۔

ہم جانتے ہیں کہ یورپ میں کیا ہوتا ہے؟ وہاں کا معاشرہ کس طرح برباد ہو رہا ہے، وہاں ساری عمر ناجائز طریقہ پر جنسی تعلق قائم رکھنا جائز ہے۔ کوئی اس کو نہیں ٹوکتا لیکن طلاق دینا معیوب ہے اور اس میں ہزار دقتیں ہیں، یہ کہاں کا انصاف ہے؟ ہم اپنے قانون سے ہرگز شرمندہ نہیں، ہم اس کے ایک ایک نقطہ کی ذمہ داری لینے کے لئے تیار ہیں، ہمارے علماء نے اس پر ایک کتب خانہ تیار کر دیا ہے اور چند مہینوں سے آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ امارت شرعیہ بہار واڑیسہ اور اس کے

باقی ص ۵۹ پر

مولانا عبدالقیوم حقانی
فاضل و مدرس دارالعلوم حقانیہ

فضلائے مدارس عربیہ اور جامع منصوبہ بندی کی ضرورت

ایک جائزہ و تبصرہ اور تحریک و تجویز

برصغیر پاک و ہند میں ماہ شوال سے دینی مدارس کے تعلیمی سال کا افتتاح ہوتا ہے چنانچہ اسی ماہ میں مدارس عربیہ کے ارباب اہتمام و انتظام، قدیم اور جدید طلبہ کے داخلوں، داخلہ کے قواعد و شرائط اور ترجیحات کا تعین، نظام کی درستگی، حسب گنجائش طلبہ کے لئے ضروریات کی فراہمی، اساتذہ کا تقرر، مختلف درجات میں ردوبدل اور اضافہ، معیار تعلیم کی بلندی اور اساتذہ و طلبہ کی ہر ممکن کفالت و رضامندی سے متعلق جملہ امور کی تکمیل کے سلسلہ میں ان کی محنت و مشقت، جدوجہد، شب بیداری، تعب مسلسل، فراہمی چندہ کی ذلت و خواری اور مصائب و تکالیف پر صبر و تحمل اور اس پر بے پناہ اجر و ثواب، رفع درجات کے ہزار اعتراف کے باوجود کسی تنقیص و تعریض اور تنقید و اعتراض کی نیت سے نہیں بلکہ خالص جذبۂ ہمدردی اور دینی مدارس کی ترقی و بقا اور استحکام اور بہترین ثمرات و نتائج کے و ترتیب کے خیر خواہانہ جذبات کے ساتھ مدارس عربیہ کے ارباب بست و کشاد اور اہل علم و فضل کی خدمت میں ذیل کی گذارشات بطور تجویز و تحریک پیش خدمت ہیں ع

شاید اتر جائے تیرے دل میں میری بات

دینی مدارس درحقیقت تجدید و احیاء اسلام کی ایک موثر اور انقلابی تحریک ہیں جس کا ہدف عالم انسانیت کو ایسے افراد اور رجال کار مہیا کرنا ہے، جو اپنی اپنی جگہ ایک امت سے کسی طرح بھی کم نہ ہوں جو نابغہ روزگار علماء بن کر زندگی کے ہر میدان میں بھرپور کارگذاری کا مظاہرہ کریں اور اخلاص کے ساتھ مسلمانوں کی تمام دینی اور ملی اور سیاسی ضرورتوں کو پورا کریں۔ موجودہ دور میں لادینیت، فلسفہ و الحاد، نیچریت و دہریت اور مغربی تہذیب اور مادیت کے زبردست طوفان کے درمیان سے ملت اسلامیہ کا سفینہ پورے حزم و احتیاط اور دانشمندی سے نکال کر ساحل مراد سے لگائیں۔

دارالعلوم دیوبند، مظاہر العلوم اور ندوۃ العلماء نے اپنے زمانہ قیام سے لے کر اب تک جو رجال کار امت کو دیئے ہیں گو مردم سازی اور آدم گری کا ایک تاریخی ریکارڈ قائم کر دیا ہے یہ ان ہی مدارس کے تربیت یافتہ علماء و مشائخ

اور اساتذۂ علم کی برکتیں ہیں کہ آج برصغیر کے چپہ چپہ میں دینی مدارس کا ایک عظیم اور وسیع جال بچھا دیا گیا ہے علوم اور معارف کے سمندر بہا دئے گئے ہیں۔ اور مدارس عربیہ کی شکل میں اشاعت اور حفاظت دین کی مستحکم چھاؤنیاں قائم کر دی گئی ہیں۔

دینی مدارس کی وسعت اور کثرت سے ان کے قیام اور استحکام کا تقاضا تو یہ تھا کہ اب مردم سازی اور رجال کار کی فراہمی اور آدم گری کا کام پہلے کی نسبت چند چند ہونا چاہئے تھا۔ مدارس کے دینی علمی اور قومی و ملی فوائد بھی ان کی وسعت اور کثرت کی نسبت سے زیادہ سے زیادہ ہونے چاہئے تھے۔ مگر ہم دیکھ رہے ہیں کہ ماضی میں وسائل کے فقدان اور مدارس کی قلت کے باوجود دینی اور ملی اعتبار سے امت کو دینی مدارس سے جو منافع اور فوائد مہیا ہوتے رہے اب وسائل کی بہتات اور مدارس کی کثرت کے باوجود امت ان سے محروم ہوتی جا رہی ہے مردم سازی اور آدم گری کی صورت حال تو اندوہناک حد تک پستی کو پہنچی ہوئی ہے۔

اس سانحہ کے اسباب خواہ کچھ بھی ہوں مگر یہ حقیقت ہے کہ یہ سانحہ واقعۃً امت کے لئے ایک عظیم المیہ ہے اس کے پس منظر اور اسباب و عوامل میں بعض امور کی نشاندہی کی جاتی ہے۔ مثلاً

ا۔ نصاب تعلیم کی قدامت اور عصری تقاضوں سے ہم آہنگی نہ ہونے کے نقصان۔

ب۔ اساتذہ میں جوہر تعلیم کے منتقل کرنے کی صلاحیتوں کا فقدان، منفنا طیسیت حسن نیت اور اخلاص کی کمی۔

ج۔ طلبہ کی کمزوریاں، طلب صادق اور ذوق تشنگی کی ضرورت۔

د۔ مدارس عربیہ کے ماحول میں جمود و عصبیت اور غنچوں میں زندگی اور شادابی کی روح پھونکنے والے موسم کی خزاں آشنائی۔

لاریب ان اسباب اور عوامل کے وجود اور اثر انگیزی سے انکار کی گنجائش نہیں۔ مگر اصل مرض کی یہ تشخیص بھی صحیح نہیں۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ مردم سازی، آدم گری، علم پروری اور شخصیت کی تعمیر میں وہ سعی و محنت اور توجہ و ہمت باقی نہیں رہی جو ہمارے اسلاف اور اکابر اہل علم کا طرۂ امتیاز تھا۔ زمانۂ طالب علمی میں اور پھر فراغت کے بعد نونہالان قوم اور معماران امت کو ان کی صلاحیت اور حیثیت کے مطابق مشغلے مہیا نہیں کئے جا رہے۔ مادیت کے سیلاب اور ہوا کے رخ میں انہیں آزاد چھوڑ دیا جا رہا ہے۔ فارغ ہونے کے بعد دینی مدارس سے فارغ التحصیل ہونے والے معماران قوم کو اپنے کنٹرول میں لائے بغیر خلا بسیط میں آزاد چھوڑ دیا جاتا ہے جہاں وہ گردش کرتے کرتے انگریزی مدارس، عرب جامعات، مادیت اور ہوس دنیا کی سمت نکل کر اپنی تمام صلاحیتیں اور توانائیاں کھو دیتے ہیں۔ اس طرح گویا دینی مدارس کے ایک جوہر قابل کی بہترین صلاحیتیں، دنیوی مفادات، ہوس زر اور عیش و عشرت کی بھینٹ چڑھ جاتی ہیں۔ کچھ طب و حکمت کی نذر ہو جاتے ہیں کچھ اپنا سفینہ جدید تعلیم کے طوفان

میں ڈال دیتے ہیں اور کچھ قطر، دوبئی، بحرین، سعودی عرب، مصر، لندن اور پیرس کی فضاؤں میں پرواز کر جاتے ہیں

اس سانحہ کے ازالہ اور ناگفتہ بہ صورت حال سے نبرد آزما ہونا دینی مدارس کے ارباب بست وکشاد ارباب علم وفضل اور امت کی وحدت وترقی کا درد رکھنے والے بہی خواہانِ ملت کا اولین فریضۂ منصبی ہے مگر محض نصابِ تعلیم، اساتذہ وطلبہ کی کمزوریوں اور مدارس کے ماحول کی صفائی اور بہتری اور اصلاح و انقلاب کا سارا زور اگر صرف اسی جانب صرف کیا جاتا رہا جیساکہ ہمیشہ کا معمول بن چکا ہے تو اس صورت حال سے معیاری اور انقلابی سطح پر مطلوبہ بہتری کی کوئی توقع نہیں کی سکتی۔

بہرحال اس سلسلہ میں مؤثر پیش رفت اور امت کے اجڑے ہوئے گلستان میں بہاریں تو باہمی مشاورت مشترکہ لائحہ عمل اور ایک وسیع اور مستحکم منصوبہ بندی کے ساتھ ممکن ہو سکتی ہیں: تاہم بطور تحریک وتجویز کے اس سلسلہ میں چند گذارشات پیش خدمت ہیں۔

۱- سالِ رواں ہی سے وفاق المدارس اور جامعات کے ارباب بست وکشاد ہر سال کے فضلاء پر گہری نظر رکھیں۔ ان کے ذوق ورجحان اور مستقبل کی کارگذاری کے میدان کی مناسبت سے اپنے ہاں ان کی فہرستیں مرتب کریں اور حسب صلاحیت واستعداد ان کو تدریس، تصنیف وتالیف، ریسرچ وتحقیق، اور قومی وملی خدمات کے بہترین مواقع مہیا کرنے کی کوشش کریں اور علمی وتحقیقی شعبوں سے انہیں وابستہ کر کے ان کے ذہنوں سے تحقیق وتنقید، تجسس وتدقیق، علم وادب، بحث وتمحیص۔ دماغی بیداریوں اور اعلیٰ علمی تحریروں کا کام لیں۔ اس سے صالح عناصر کی واقعی تربیت اور ترقی کا کام تدریج سے بطریقۂ احسن انجام پاتا رہے گا۔ باصلاحیت نوجوانوں کا انتخاب، پھر ان کی صلاحیتوں کے مطابق کاموں کی تفویض اور نگرانی ہی دراصل اس قومی وملی سانحہ کا ازالہ اور موجودہ بدترین صورتِ حال کو ختم کر سکتی ہے۔

۲- گذشتہ سالوں کے فضلاء کے متعلق جامعات اور وفاق کی سطح پر خصوصی کمیٹیاں تشکیل دے کر ایک جامع اور مفصل جائزہ رپورٹ تیار کی جائے کہ وہ کہاں کہاں اور کس کس میدان میں مصروفِ عمل ہیں۔ اگر واقعتہً ان کے مشاغل اور صلاحیتوں اور توانائیوں کے مصرف کا سمتِ قبلہ درست ہے اور ان کی صلاحیتوں میں نکھار اور علم وعمل کی دنیا میں بہار متوقع ہے تو ان کی تشجیع اور ہمت افزائی اور سرپرستی کی جائے اور اگر خدانخواستہ ان کی صلاحیتیں لٹ گئی ہیں یا اس کا احتمال ہے تو اس کے ازالہ اور تدارک کا مشفقانہ اور حکیمانہ لائحہ عمل اختیار کیا جائے۔

۳- ہر سال کے فضلاء کو اپنی تربیت اور مشفقانہ گرفت میں لے کر علم وفضل کی ان کونپلوں کو تنا ور درخت ہونے تک ہر ممکن سہارا دیا جانا چاہئے۔ نیز ان کی تربیت وانتخاب گروہی جتھہ بندی، کسی کیمپ سے

وابستگی اور قرابت کی بنیاد پر نہیں بلکہ استعداد اور صلاحیت کی بنیاد پر کیا جانا چاہیئے۔ اور پورے حزم و احتیاط اور حکمت و تدبیر سے یہ بھی ملحوظ رہے کہ مدارس عربیہ کی سرزمین پر اگنے والا یہ نہال تازہ کہیں طب و حکمت کا قلم نہ بن جائے۔ معاشی اور اقتصادی ضرورت اسے انگریزی مدارس، عرب جامعات اور ان کے مشن و مقاصد کی تکمیل کا پرزہ نہ بنادیں اور اس طرح ہمارے ہاں کا یہ بہترین اور باصلاحیت جوہر قابل اپنی عمدہ اور بے نظیر صلاحیتوں کو کہیں زندگی کے دوسرے مقاصد اور لایعنی میدان میں منتقل نہ کر دے۔ اس سلسلہ میں وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے زیر انتظام ملکی اور بین الاقوامی سطح پر مختلف تحقیقی، تصنیفی، تبلیغی اور علمی شعبے قائم کرکے ٹھوس منصوبہ بندی سے ایک جامع اور ممکن العمل لائحہ عمل تیار کیا جا سکتا ہے اولین مرحلے میں تجرباتی طور پر چھوٹی سطح پہ کام شروع کرکے روشن مستقبل اور خوش آئند انقلاب کو یقینی بنایا جا سکتا ہے۔

۳۔ فضلاء کو کسی بھی مناسب شعبۂ اشاعت و خدمت دین میں کوئی ذمہ داری سپرد کر دینے کے بعد اس پر کڑی نظر رکھنی چاہیئے کہ جو خدمت ان کے سپرد کی ہے کیا واقعۃً بھی وہ ان کی صلاحیتوں کا صحیح استعمال ہے اور وہ اس خدمت کو کما حقہٗ انجام دے سکتے ہیں۔

۴۔ اور اگر خدانخواستہ کچھ ایسے فضلا بھی معلوم ہو جائیں جو بدقسمتی سے زندگی کی علمی و دینی منہج کو تبدیل کرنا چاہتے ہیں تو ان کی مجبوریوں کا جائزہ لیا جانا چاہیئے۔ تاکہ ممکن اور بروقت مداوا کیا جا سکے اور دوسروں کو بھی ایسی بدترین صورت حال سے دوچار ہونے سے بچایا جا سکے۔

بہر حال اس سلسلہ میں جو قدم بھی اٹھایا جائے اور مستقبل کی جیسی بھی تعمیر کی جائے۔ ماضی کے تجربات کو قطعاً فراموش نہیں کرنا چاہیئے۔ تعلیم و تربیت، ضبط و کنٹرول، تنظیم و تحریک اور فضلاء کی سرپرستی و رہنمائی کا واحد مقصد "الدین" ہونا چاہیئے ماضی میں بھی یہی ہوتا رہا۔ اور آئندہ بھی یہی ہونا چاہیئے۔ "الدنیا" کا کسی قسم کا پیوند لگانے کی اجازت نہیں دینی چاہیئے حقیقت بھی یہی ہے اور ملت کی اسلامی تاریخ اس پر گواہ ہے کہ علمی اور روحانی کمالات کو دنیوی جاہ و منصب کی خواہش سے کم تعلق رہا ہے۔ دینی مدارس، سلسلہ انتظام، اصول ترقی، انضباط قواعد اور کثرت مصارف کے لحاظ سے جس قدر بھی بلند معیار تک پہنچ جائیں فضلاء کو اہم ملکی و سیاسی عہدے تو ملتے رہیں گے مگر یاد رہے کہ جس قدر بھی تحصیل جاہ و منصب کا پلہ بھاری ہوتا جائے گا علمی اور روحانی کمالات کا وزن کم ہوتا جائے گا۔ پھر علم، علم کے لئے نہیں بلکہ جاہ و ثروت حاصل کرنے کے لئے سیکھا جائے گا۔ ولا فعلہا اللہ

پشاور ڈویلپمنٹ اتھارٹی

شارٹ ٹینڈر نوٹس

مینوفیکچرز اور مجاز ڈیلروں سے درج ذیل کام کے لئے سربمہر آئٹم ریٹ ٹینڈرز مطلوب ہیں جو ۸۷/۲۶ بوقت گیارہ بجے تک دفتر زیردستخطی وصول کئے جائینگے اور اسی دن ساڑھے گیارہ بجے حاضر آمدہ مینوفیکچرز/ مجاز ڈیلروں یا ان کے مجاز نمائندوں کی موجودگی میں کھولے جائینگے۔

کام کا نام — ٹیوب ویل نمبر ۶، ۷ فیز 1 کے لئے فاضل موٹرز اور سٹارٹرز کی فراہمی اور ٹیوب ویل جے سیکٹر فیز II حیات آباد

نمبر شمار	کام کی تفصیل	تعداد	میعاد
۱۔	موٹر (پیکو) ۷۵ ایچ پی	ایک عدد	ایک ماہ
۲۔	سٹارٹر (سیمنز) ۷۵ ایچ پی	〃	〃
۳۔	موٹر (سیمنز) ۸۵ ایچ پی	〃	〃
۴۔	سٹارٹر (سیمنز) ۸۰ ایچ پی	〃	〃
۵	موٹر (پیکو) ۱۰۰ ایچ پی	〃	〃
۶۔	سٹارٹر (سیمنز) ۱۰۰ ایچ پی	〃	〃

ٹینڈر فارمز جاری کرنے کے لئے درخواستیں ۸۷/۷/۲۵ تک زیردستخطی کے دفتر میں پہنچ جانی چاہئیں۔ ٹینڈر فارمز بعوض -/۵۰ روپے (ناقابل واپسی) جاری کئے جائینگے۔ ڈرائینگز/ تصریحات اور کام کے بارے میں دیگر شرائط وضوابط کسی بھی دن اوقات کار کے دوران دفتر زیردستخطی میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

زرمیعاد پیشکش کا ۲ فی صد بطور زرضمانت بصورت کال ڈپازٹ بحق ڈائرکٹر جنرل پی ڈی اے ٹینڈر کے ہمراہ منسلک کریں۔ نامکمل اور مشروط ٹینڈرز قبول نہیں کئے جائینگے۔ مجاز اتھارٹی کسی یا تمام ٹینڈرز کو بلا اظہار وجہ منظور/ مسترد کرنے کا اختیار حاصل ہے

(سربر محمد)

ڈپٹی ڈائرکٹر ٹیکنیکل 1 حیات آباد ٹاؤن شپ سکیم

فون ۵۰۵۶۳ INF(P) 2334

پاکستان آرمی میں جونیئر کمیشنڈ خطیبوں کی خالی آسامیوں کو پُر کرنے کے لئے مطلوبہ قابلیت کے حامل حضرات سے درخواستیں مطلوب ہیں۔

مطلوبہ قابلیت :

الف : حکومت پاکستان کے منظور شدہ کسی دینی مدرسہ سے درس نظامی میں فراغت کی سند

ب : پاکستان کے کسی بورڈ سے میٹرک یا سیکنڈری اسکول سرٹیفیکیٹ

ج : روزمرّہ امور کے متعلق عربی بول چال میں مہارت، قرأت اور حفظ اضافی قابلیت تصوّر کی جائیگی۔

عمر : ۳۱ دسمبر سنہ ۱۹۸۷ء کو ۲۰ سال سے کم اور ۳۵ سال سے زائد نہ ہو۔

عہدہ اور تنخواہ

ملازمت کے لئے منتخب امیدواروں کو نائب خطیب (نائب صوبیدار) کا عہدہ دیا جائیگا فوجی وردی کی بجائے منظور شدہ شہری لباس ہوگا جو فوج کی طرف سے مُفت مہیا کیا جائیگا۔ فوج کے جونیئر کمیشنڈ افسروں کی طرح ان کے لئے اوپر والے رینک میں ترقی کی گنجائش ہوگی۔

الاؤنسز و دیگر مراعات

وہ تمام الاؤنسز و مراعات جو فوج کے دیگر متقابل جے سی او صاحبان کو حاصل ہونگی مثلاً ذات کے لئے مفت راشن، مفت رہائش (جہاں مہیّا ہو ورنہ کوارٹر الاؤنس) اپنے اور بیوی بچوں کے لئے مفت طبی سہولت، سفر کی مراعات، پنشن گریجویٹی اور بیمہ کی مراعات وغیرہ وغیرہ

ملازمت کی جگہ : پاکستان میں یا پاکستان سے باہر کسی جگہ۔

تربیت : منتخب امیدواروں کو فوجی زندگی سے روشناس کرانے کی خاطر خاص تربیت بھی دیجائیگی

طریق انتخاب :

الف : مختلف مقامات پر ابتدائی تحریری امتحان (ب) طبی معائنہ (ج) انٹرویو اور حتمی انتخاب

جی ایچ کیو ایجوکیشن ڈائریکٹریٹ میں ہوگا۔

درخواستیں مجوزہ فارم پر اصل اسناد کی تصدیق شدہ نقول کے ہمراہ شعبۂ دینی تعلیمات آرمی ایجوکیشن ڈائریکٹریٹ آئی جی ٹی اینڈ ای برانچ جنرل ہیڈکوارٹرز راولپنڈی کو ۱۰ اگست ۱۹۸۷ء تک پہنچ جانی چاہئیں۔

درخواستوں کے فارم مذکورہ شعبہ دینی تعلیمات سے مبلغ ایک روپیہ ۶۰ پیسے کے ڈاک ٹکٹ لگے ہوئے لفافے بھیج کر حاصل کئے جاسکتے ہیں نیز مذکورہ بالا فارم فوجی بھرتی کے دفاتر سے بھی حاصل کئے جاسکتے ہیں۔

فارم طلب کرتے وقت اپنی قابلیت اور سند الفراغ کے بارے میں پوری معلومات لکھیں

بے لوث خدمت ، بے خوف قیادت

PID (1) Advt No. 163/15

حکومت پاکستان وزارت تجارت

پبلک نوٹس

عامۃ الناس کی اطلاع کے لئے مشتہر کیا جاتا ہے کہ ٹی سی پی / کیمرا ۵۶ کموڈٹی ایکسچینج ارینجمنٹ نمبر ۳ کی برقراری ایل/سی کھولنے کے لئے ۳۰ ستمبر ۱۹۸۷ء تک اور شپمنٹس مکمل کرنے کے لئے ۳۱ دسمبر ۱۹۸۷ء تک مزید توسیع کر دی گئی ہے۔

(PID (1) 20/56-8518-C)

(بشیر احمد بھٹی) سیکشن آفیسر

حکومت پاکستان وزارت تجارت

پبلک نوٹس

عامۃ الناس کی اطلاع کے لئے مشتہر کیا جاتا ہے کہ پاک بلغاریہ پروٹوکول مورخہ ۲۲-۵-۸۵ (بارٹر نمبر ۱۵) کی برقراری ایل/سی کھولنے کے لئے ۳۰ ستمبر ۱۹۸۷ء تک اور شپمنٹس مکمل کرنے کے لئے ۳۱ دسمبر ۱۹۸۷ء تک مزید توسیع کر دی گئی ہے۔

(PID (1) 19/56-8519-C)

(بشیر احمد بھٹی) سیکشن آفیسر

۵۰۳

ڈاکٹر ماجد علی خان

جامعہ ملیہ اسلامیہ ۔ نئی دہلی

حرم شریف کی مرکزیت اور اس کا احترام

دنیا میں عبادت کے لئے سب سے پہلا گھر

بیت اللہ الحرام یعنی کعبہ دنیا میں اللہ کی عبادت کے لئے تعمیر کردہ پہلا گھر ہے ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِىْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝

آل عمران ۳ : ۹۶

"بے شک سب سے پہلا گھر جو مقرر ہوا، لوگوں کے واسطے وہ گھر ہے جو مکہ مکرمہ میں ہے وہ برکت والا ہے اور تمام جہاں کے لوگوں کا رہنما ہے"

اس طرح قرآن ساری دنیا کے مکانات، یہاں تک کہ تمام مساجد کے مقابلہ میں بیت، اللہ حرام یعنی کعبہ کا شرف وافضلیت بیان کرتا ہے اور یہ شرف وفضیلت کئی وجہ سے ہے[1] اول اس لئے کہ وہ دنیا کی تمام سچی عبادت گاہوں میں سب سے پہلی عبادت گاہ ہے، دوسرے یہ کہ وہ برکت والا ہے، اور تیسرے یہ کہ پورے جہاں کے انسانوں کے لئے ہدایت ورہنمائی ذریعہ ہے ۔ اس آیت کے الفاظ کا خلاصہ یہ ہے کہ سب سے پہلا گھر جو منجانب اللہ لوگوں کیلئے مقرر کیا گیا ہے وہ ہے جو مکہ میں ہے ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا میں سب سے پہلا عبادت خانہ گھر ہے ۔ اس کی یہ صورت ہوسکتی ہے کہ دنیا کے سب گھروں میں پہلا گھر عبادت ہی کے لئے بنایا گیا ہو اس سے پہلے نہ کوئی عبادت خانہ ہو اور نہ ہی گھر یا دولت خانہ اور یہ مطلب بھی ہوسکتا

[1] ملاحظہ ہو ۔ مفتی محمد شفیع ، معارف القرآن ، ج ۲ ، ص ۱۱۳ - ۱۱۷

ہے کہ لوگوں کے رہنے سہنے کے مکانات پہلے بھی بن چکے ہوں مگر عبادت کے لئے یہ پہلا گھر بنا ہو۔ چنانچہ ابن جریر طبری اپنی مشہور تفسیر "جامع البیان فی تفسیر القرآن" میں ان دونوں صورتوں کی تائید میں علماء کے اقوال نقل کرتے ہیں[۲]۔ پہلی صورت کی دلیل میں کہ کعبہ سے پہلے اس دنیا میں کوئی مکان نہیں تھا۔ انہوں نے عبداللہ بن عمرؓ، قتادہ، مجاہد سدی اور اعمش وغیرہ کے اقوال نقل کئے ہیں جبکہ دوسری صورت کی تائید میں کہ کعبہ اس دنیا میں عبادت خانہ تو پہلا ہی ہے گو کہ اس سے قبل رہنے کے لئے دوسرے مکانات بھی ہو سکتے ہیں۔ طبری نے حضرت علی رضی اللہ عنہ، حسن بصریؒ، سالم اور سعید بن المسیب وغیرہ حضرات کے اقوال نقل کئے ہیں۔

بیہقی نے اپنی کتاب دلائل النبوۃ میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کی روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت آدم و حوا علیہما السلام کے دنیا میں آنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیلؑ کے ذریعہ ان کو یہ حکم بھیجا کہ وہ بیت اللہ (کعبہ) بنائیں۔ ان حضرات نے حکم کی تعمیل کر لی تو ان کو حکم دیا گیا کہ اس کا طواف کریں اور ان سے کہا گیا کہ آپ اول الناس یعنی سب سے پہلے انسان ہیں اور یہ گھر اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ ہے یعنی پہلا گھر ہے جو لوگوں کے واسطے مقرر کیا گیا ہے[۳]۔ ابن کثیر نے ابن ابی حاتم کی سند کے ساتھ ایک روایت نقل کی ہے[۴] کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِىْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا کی تفسیر میں فرمایا کہ "اس سے قبل دوسرے گھر بھی (دنیا میں) موجود تھے لیکن یہ اللہ کی عبادت کے لئے بنا ہوا سب سے پہلا گھر ہے"

۲۔ ابن جریر طبری، جامع البیان فی تفسیر القرآن، الجزء الرابع ص ۶ ـ ۸

۳۔ مفتی محمد شفیع، حوالہ مذکورہ، ج ۲، ص ۱۴۴۔ ضعفه ابن كثير بابن لهيعة ولا يخفى انه ليس بمتروك الحديث مطلقا ولا سيما فى هذا المقام فان الرواية قد تأيدت باشارات الكتاب۔

۴۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ج ۱، ص ۳۸۳

"ان اور ان جیسی دوسری روایات سے یہ بات تو ظاہر ہے کہ اگر کعبہ مشرفہ دنیا کا پہلا گھر نہیں ہے تو کم از کم سب سے پہلی عبادت گاہ ضرور ہے" قرآن کریم میں جہاں یہ ذکر ہے کہ کعبہ کی تعمیر بامر خداوندی حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام نے کی ہے وہیں اس کے اشارات بھی موجود ہیں کہ ان بزرگوں نے اس کی ابتدائی تعمیر نہیں فرمائی بلکہ سابق بنیادوں پر اسی کے مطابق تعمیر ہوئی اور کعبہ کی اصل بنیاد پہلے ہی سے تھی۔ قرآن کریم کے ارشاد وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰھٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَاِسْمٰعِیْلُ سے بھی ایسا ہی مفہوم ہوتا ہے کہ قواعد بیت اللہ یعنی اس کی بنیادیں پہلے سے موجود تھیں"[۵] بعض روایات میں ہے کہ جب حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کو تعمیر بیت اللہ کا حکم دیا گیا تو فرشتہ کے ذریعہ ان کو بیت اللہ کی جگہ سابق بنیادوں کی نشاندہی کی گئی جو ریت کے تودوں میں دبی ہوئی تھی[۶]

بہرحال آیت مذکورہ سے کعبہ کی ایک یقینی فضیلت ثابت ہوتی ہے کہ وہ دنیا کا سب سے پہلا گھر یا کم از کم سب سے پہلا عبادت خانہ ہے ۔ یہ فضیلت دنیا کی کسی اور عبادت گاہ یا مسجد کو حاصل نہیں ہے۔ صحیحین کی ایک حدیث میں ہے کہ حضرت ابوذرؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ دنیا کی سب سے پہلی مسجد کونسی ہے؟ آپؐ نے فرمایا "مسجد حرام ......"[۷]

بیت اللہ کی برکات مندرجہ بالا آیت کریمہ میں بیت اللہ کی دوسری فضیلت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ مبارک ہے۔ لفظ مبارک، برکت سے مشتق ہے۔ برکت کے معنی ہیں بڑھنا اور ثابت رہنا، پھر کسی چیز کا بڑھنا اس طرح بھی ہو سکتا ہے کہ اس کا وجود کھلے طور پر مقدار میں بڑھ جائے اور اس طرح بھی ہو سکتا ہے کہ اگرچہ اس کی مقدار میں کوئی خاص اضافہ نہ ہو لیکن اس سے کام اتنے نکلیں جتنے عادۃً اس سے زائد سے نکلا کرتے ہیں، اس کو بھی معنوی طور پر زیادتی کہا جا سکتا ہے[۸]

---

۵ مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، ج ۲، ص ۱۱۵

۶ معارف القرآن، ج ۲، ص ۱۱۶

۷ یہ ایک لمبی حدیث کا حصہ ہے تفصیلی تشریح کے لئے ملاحظہ ہو، معارف القرآن ج ۲، ص ۱۱۶

۸ معارف القرآن، ج ۲، ص ۱۱۷

بیت اللہ کا بابرکت ہونا ظاہری طور پر بھی۔ اس کے ظاہری برکات میں یہ مشاہد ہے کہ مکہ اور اس کے آس پاس ایک خشک ریگستان اور بنجر زمین ہونے کے باوجود اس میں ہمیشہ ہر موسم میں ہر طرح کے پھل اور ترکاریاں اور تمام ضروریات مہیا ہوتی رہتی ہیں کہ صرف اہل مکہ کے لئے نہیں بلکہ اطراف عالم سے آنے والوں کے لئے بھی کافی ہو جاتی ہیں..... قرآن کریم میں ہے یُجْبٰٓی اِلَیْہِ ثَمَرٰتُ کُلِّ شَیْءٍ پ ۲۰ یعنی اس میں باہر سے لائے جاتے ہیں۔ ثمرات ہر چیز کے، ان الفاظ میں اسکی طرف واضح اشارہ بھی موجود ہے۔ یہ تو ظاہری برکات کا حال ہے جو مقصود کی حیثیت نہیں رکھتیں اور معنوی و باطنی برکات کا حال ہے کہ اس کا شمار نہیں ہو سکتا۔ بعض اہم عبادات تو بیت اللہ کے ساتھ مخصوص ہیں ان میں جو اجر عظیم اور برکات روحانی ہیں، ان سب کا مدار بیت اللہ پر ہے مثلاً حج و عمرہ اور بعض دوسری عبادات کا بھی مسجد حرام میں ثواب بدرجہا بڑھ جاتا ہے۔ احادیث کی روایات کے مطابق مسجد حرام میں پڑھی گئی، ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نمازوں کے برابر ملتا ہے۔ حج کے فضائل کے سلسلہ میں یہ حدیث بہت عام ہے کہ حج کو صحیح طور پر ادا کرنیوالا مسلمان پچھلے گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے جیسے آج ماں کے پیٹ سے پاک وصاف پیدا ہوا ہے یہ سب کے سب بیت اللہ کی معنوی اور روحانی برکات ہیں جن کو مذکورہ بالا آیت کے آخر میں ان الفاظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ مبارکًا وَّھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ

بیت اللہ کی تین اہم ترین خصوصیات مذکورہ بالا آیت کے بعد اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کی کچھ خصوصیات ذکر کی ہیں۔ ارشاد ہے :-

فِیْهِ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰھِیْمَ ۚ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ؕ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْهِ سَبِیْلًا ؕ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ ۝ آل عمران پ ۳ : ۹۷	"اس میں کھلی نشانیاں ہیں من جملہ ان کے ایک مقام ابراہیم ہے اور جو شخص اس میں داخل ہو جاتا ہے وہ امن والا ہو جاتا ہے اور اللہ کے واسطے لوگوں کے ذمے اس مکان کا حج کرنا ہے یعنی اس شخص کے ذمہ جو کہ طاقت رکھے وہاں تک جانے کی اور جو شخص منکر ہو تو اللہ تعالیٰ تمام جہاں والوں سے بے نیاز ہے" آل عمران آیت ۹۷

اس کی تفسیر کے سلسلہ میں امام فخر الدین رازی نے ایک قول نقل کیا ہے کہ اس آیت میں منجملہ دیگر خصوصیات کے تین خصوصیات کا جن کو قرآن مجید نے آیات کہا ہے خاص طور سے

حرم شریف

ذکر ہے ۲ ایک مقام ابراہیم، دوسرے یہ کہ جو شخص اس میں داخل ہو جائے وہ محفوظ ہو جاتا ہے اور تیسرے یہ کہ دنیا کے لوگوں (یعنی مسلمانوں) کے ذمہ اس کا حج کرنا فرض ہے ۳ اس سلسلہ میں علماء کے دیگر اقوال بھی ہیں لیکن کچھ مفسرین نے اسی قول کو ترجیح دی ہے ۴

اس طرح حرم شریف کی ایک بڑی نشانی یا خصوصیت مقام ابراہیم ہے مقام ابراہیم وہ پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ کی تعمیر کی تھی اور بعض روایات کے مطابق یہ پتھر تعمیر کی بلندی کے ساتھ ساتھ خود بخود بلند ہوتا جاتا تھا اور نیچے اترتے وقت نیچا ہوتا جاتا تھا۔ اس پتھر پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدم مبارک کا نشان آج تک موجود ہے جو خود ایک معجزہ ہے۔

آیت مذکورہ میں بیت اللہ کی دوسری خصوصیت یہ بتلائی گئی ہے ۵ کہ جو اس میں داخل ہو جائے وہ امن والا یعنی مامون و محفوظ ہو جاتا ہے۔ اس میں داخل ہونے والے کا مامون و محفوظ ہو جانا ایک تو تشریعی اعتبار سے ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے لوگوں کو یہ حکم ہے کہ جو شخص اس میں داخل ہو جائے اس کو نہ ستاؤ نہ قتل کرو، اگر کوئی شخص کسی کو قتل کر کے یا کوئی اور جرم کر کے وہاں چلا جائے اس کو بھی اسی جگہ سزا نہ دی جائے بلکہ اس کو اس پر مجبور کیا جائے کہ وہ حرم سے باہر نکلے، حرم سے باہر آنے پر سزا جاری کی جائے گی ۶

ائمہ متقدمین میں سے سعید بن المسیب، قتادہ، حسن بصری، عبدالرزاق اور معمر وغیرہ کا یہ قول ہے کہ اسلام کے بعد اللہ کی مقرر کردہ حدود حرم میں جاری کی جاسکتی ہیں چنانچہ چور کا ہاتھ کاٹا جا سکتا ہے، زانی پر حدود جاری کی جاسکتی ہیں اور اسی طرح

---

۱ سورۃ القصص ۲۸، آیت نمبر ۵۷ ۶ یہ روایت ابن ابی حاتم، طحاوی وغیرہ نے نقل کی ہے۔

۲ امام فخرالدین رازی، مفاتیح الغیب (تفسیر کبیر) ج ۳، ص ۱۴۰۔

۳ ملاحظہ ہو، معارف القرآن ج ۲، ص ۱۱۸، ۱۱۹

۴ معارف القرآن، ج ۲، ص ۱۲۰، ۱۲۱

۵ مفتی محمد شفیع، معارف القرآن ج ۲، ص ۱۲۱

قاتل کو بعوض قتل، قتل کیا جاسکتا ہے[۱۵] جبکہ مجاہد سعید بن جبیر حماد، عطاء وغیرہ حضرات کی رائے یہ ہے کہ ایسے شخص کو جس نے جرم کا ارتکاب کیا ہو حرم سے باہر نکالا جائے اور پھر حدود جاری کی جائیں[۱۶]

حرم میں داخل ہونے والے کا مامون و محفوظ ہونا ایک اور وجہ سے بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تکوینی طور پر ہر قوم و ملت کے دلوں میں بیت اللہ کی تعظیم و تکریم ڈال دی اور وہ سب عموماً ہزاروں اختلافات کے باوجود اس عقیدے پر متفق ہیں کہ اس میں داخل ہونے والا اگرچہ مجرم یا ہمارا دشمن ہی ہو تو حرم کا احترام اس کا مقتضی ہے کہ وہاں اس کو کچھ نہ کہیں، حرم کو عام جھگڑوں لڑائیوں سے محفوظ رکھا جائے، زمانہ جاہلیت کے عرب اور ان کے مختلف قبائل خواہ کتنی ہی عملی خرابیوں میں مبتلا تھے مگر بیت اللہ اور حرم محترم کی عظمت پر سب جان دیتے تھے[۱۷]۔ آج اس کے برخلاف بعض مسلمان حرم کے احترام کو بالائے طاق رکھ کر اس کو سیاست کا اکھاڑہ بنانا چاہتے ہیں۔ حرم محترم کے احترام کا تقاضا یہ ہے کہ اسکو سیاست سے بالاتر رکھا جائے سیاسی نعرہ بازیاں بھی حرم کے احترام کے خلاف ہیں۔ یہ تو حرم مکہ کی بات ہے جس کا احترام قرآنی نصوص قطعیہ سے ثابت ہے، حرم مدینہ کے احترام کو برقرار رکھنے کے لئے حضرت علی رضؓ نے دارالخلافہ کو وہاں سے منتقل کر دیا اور کوفہ کو دارالخلافہ بنایا تاکہ نہ صرف اس زمانے کی سیاسی چپقلش اور اختلافات سے بلکہ تا قیامت سیاسی جھگڑوں سے حرم مدینہ کے مبارک مقام کو محفوظ رکھا جائے۔ جب صحابہ رضؓ کے دل میں حرم مدینہ کے احترام و عظمت کا یہ حال تھا تو پھر حرم مکہ کے احترام و عظمت کا کیا مقام ہوگا۔ ہر مسلمان اس پر غور کر سکتا ہے۔ فتح مکہ میں صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دین کی اہم مصلحت اور بیت اللہ کی تطہیر کی خاطر صرف چند گھنٹوں کے لئے حرم میں قتال کی اجازت اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کی گئی تھی اور فتح مکہ کے بعد آپؐ نے بڑی تاکید کے ساتھ اس کا اعلان و اظہار فرمایا تھا کہ یہ اجازت صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تطہیر بیت اللہ کی غرض سے تھی اور وہ بھی چند گھنٹوں کے لئے تھی اس کے بعد ہمیشہ کے لئے پھر اسکی وہی حرمت ثابت ہے جو پہلے سے تھی۔ رسول اللہ صؐ نے،

---

[۱۵] ابن جریر طبری، جامع البیان فی تفسیر القرآن الجزء الرابع، ص ۶، [۱۶] ابن جریر طبری حوالہ مذکورہ الجزء الرابع، ص ۹، تفسیر ابن کثیر ج ۱، ص ۳۸۴، [۱۷] مفتی محمد شفیع حوالہ مذکورہ، ج ۲، ص ۱۲۱

فرمایا کہ حرم کے اندر قتل وقتال نہ مجھ سے پہلے حلال تھا نہ میرے بعد کسی کے لئے حلال ہے اور میرے لئے بھی صرف چند گھنٹوں کے لئے حلال ہوا تھا پھر حرام کر دیا گیا۔

جب سے اب تک تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع رہا ہے اور عامۃ الامت بیت اللہ اور حرم کو اس درجہ واجب الاحترام سمجھتے رہے ہیں کہ اس میں نہ صرف قتل وقتال بلکہ لڑائی جھگڑے، جس میں سیاسی جھگڑے بھی شامل ہیں، کو بدترین گناہ سمجھتے رہے ہیں اور یہ ساری دنیا میں صرف بیت اللہ اور حرم محترم ہی کی خصوصیت ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ مکہ میں ہتھیار اٹھائے [۱۸]۔ حضرت عبداللہ بن عدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا جبکہ آپؐ مکہ کے ایک بازار میں کھڑے تھے "(اے مکہ) اللہ کی قسم تو اللہ کی زمین کا سب سے بہتر حصہ ہے اور میں اللہ کی محبوب زمین سے محبت کرتا ہوں اگر مجھے تجھ سے نکالا نہ جاتا تو میں کبھی یہاں سے نہیں جاتا" [۱۹]۔ جس سرزمین سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ص کو اتنی محبت ہو، اس کو ہنگامہ آرائیوں کی آماجگاہ بنانا کسطرح جائز ہو سکتا ہے۔

بیت اللہ کی مرکزیت بیت اللہ الحرام کی مرکزیت پر پوری امت کا اجماع ہے، اسکی خاص وجہ نہ صرف اس کی فضیلت، خصوصیات اور اللہ کی عبادت کے لئے تعمیر کیا گیا، پہلا گھر ہونا ہے بلکہ تمام امت مسلمہ کے لئے اس کا قبلہ ہونا بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِى السَّمَآءِ ج فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ط وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ط وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ٥

البقرہ ع۲ : ۱۴۴

"بے شک ہم آپ کے منہ کا بار بار آسمان کی طرف اٹھنا دیکھ رہے ہیں اس لئے ہم آپ کو اسی قبلہ کی طرف متوجہ کریں گے جس کے لئے آپ کی مرضی تھی تو پھر (اب سے) اپنا چہرہ (نماز میں) مسجد حرام (کعبہ) کی طرف کیا کیجئے اور (اے مسلمانو) تم سب لوگ (بھی) جہاں کہیں بھی موجود ہو اپنے چہروں کو اسی (مسجد حرام) کی طرف کیا کرو اور یہ اہل کتاب بھی یقیناً جانتے ہیں کہ یہ (حکم) بالکل ٹھیک ہے اور ان کے پروردگار ہی کی طرف سے ہے اور اللہ تعالیٰ انکی ان کارروائیوں سے بالکل بے خبر نہیں ہے۔" سورۃ بقرہ آیت ۱۴۴

---

[۱۸] رواہ مسلم کذا فی التفسیر لابن کثیر، ج ۱، ص ۳۸۴

ہجرت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں شروع میں تقریباً سولہ سترہ مہینوں تک بیت المقدس کی طرف منہ کرنا شروع کیا لیکن آپ کی دلی خواہش رہی تھی کہ نماز میں قبلہ بیت اللہ ہی ہو۔ چنانچہ اس اشتیاق میں آپ بار بار آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھتے تھے کہ شاید فرشتہ وحی اس حکم کو لے کر نازل ہو چنانچہ بالآخر وحی کے ذریعہ آپ کو بیت اللہ کیطرف رخ کر کے نماز پڑھنے کا حکم ہوا اور تمام مسلمانوں کو بھی اسی کا حکم دیا گیا۔ اس طرح اللہ کا یہ مبارک گھر امت مسلمہ کے لئے ایک قطعی مرکز کی حیثیت سے مسلّم ہوگیا۔ اس حکم سے امت مسلمہ کے لئے کسی ایک جہت کو قبلہ بنا کر اپنی ایک وحدت کا عملی مظاہرہ بھی مقصود تھا۔ کسی بھی اجتماعی نظام کا سب سے اہم اور بنیادی اصول افراد کثیرہ کی وحدت اور اجتماعیت ہے یہ وحدت جتنی زیادہ قوی ہوگی اتنا ہی اجتماعی نظام مستحکم اور مضبوط ہوگا۔ پھر نقطۂ وحدت متعین کرنے میں مختلف زمانوں میں لوگوں کی مختلف رائیں رہی ہیں کسی قوم نے رنگ اور زبان کو اور کسی نے وطن اور جغرافیائی خصوصیات کی وحدت کو بنیاد قرار دیا۔ اللہ کے دین اسلام نے جو درحقیقت تمام انبیاء علیہم السلام کا متفقہ دین ہے نقطۂ وحدت عقیدہ توحید کو قرار دیا اور تمام دنیا کے انسانوں کو ایک خدائے واحد کی عبادت اور اسکی اطاعت پر متحد ہونے کی اور اس کے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت پر مجتمع ہونے کی دعوت دی۔ اس حقیقی وحدت پر جمع ہونے کے لئے اللہ تعالیٰ نے کچھ صوری وحدتیں بھی لازمی کر دیں۔ ان صوری وحدتوں میں ایک اہم چیز سمت قبلہ کی وحدت بھی ہے۔ نماز اور حج چونکہ اجتماعی عبادتیں ہیں اس لئے ان عبادتوں میں اس وحدت کو قائم رکھنا ضروری قرار دیا گیا۔ اس طرح بیت اللہ حرام اس امت کی وحدت کی ایک اہم اور بنیادی نشانی ہے۔

اگر امت کا کوئی گروہ یا طبقہ وحدت کی اس نشانی اور امت کی اس مرکزیت پر ضرب لگانے کی کوشش کرتا ہے تو وہ اصل میں پوری امت میں انتشار پیدا کرنے کا ذمہ دار قرار دیا جائیگا۔ جماعت کی نماز کے سلسلہ میں اس وحدت کو یہاں تک برقرار رکھا گیا ہے کہ اگر امام کسی ایک مسلک کا ہو اور مقتدی کسی دوسرے مسلک کے، تب بھی اس امام کی اقتدا علماء کے نزدیک جائز ہوگی۔ چنانچہ اس سلسلہ میں حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی تحریر فرماتے ہیں :-

صحابہ و تابعین میں بھی، اور ان کے بعد کے دور میں بھی فروعی مسائل

میں مختلف شکلوں پر عمل رہتا تھا، مثلاً کچھ لوگ نماز میں بسم اللہ جہراً پڑھتے تھے اور بعض لوگ جہر نہیں کرتے تھے۔ کچھ لوگ نماز فجر میں دعائے قنوت پڑھتے تھے اور کچھ لوگ نہیں پڑھتے تھے۔ اسیطرح اور بھی بہت سے مسائل میں مختلف طریقے رائج تھے لیکن اس اختلاف کے باوجود سب ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھتے تھے، مثلاً امام ابوحنیفہؒ اور ان کے شاگرد نیز امام شافعیؒ وغیرہم مدینہ منورہ کے مالکی المذہب اور دوسرے مسلک کے اماموں کے پیچھے نماز پڑھتے تھے...... ایک بار ہارون رشید نے پچھنے لگوا کر نماز پڑھائی اور امام ابویوسف نے ان کے پیچھے نماز پڑھی اور پھر نماز کا اعادہ بھی نہیں کیا...... امام احمد بن حنبل بھی نکسیر پھوٹنے اور پچھنے لگوانے کے بعد وضو کرنا ضروری سمجھتے تھے لیکن ان سے جب پوچھا گیا کہ اگر آپ کسی ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھیں جس کے جسم سے خون نکلا ہو تو کیا آپ اس کے پیچھے نماز پڑھیں گے؟ تو انہوں نے فرمایا۔ بھئی میں امام مالک سعید بن المسیب کے پیچھے نماز کیوں نہیں پڑھوں گا"

اس طرح ان تمام اکابر ائمہ و مجتہدین کا یہ عمل رہا ہے کہ ایک مسلک کے امام کے پیچھے دوسرے مسلک کا آدمی نماز پڑھ سکتا ہے۔ اگرچہ امام کا بعض مسائل میں مقتدی سے اتنا گہرا اختلاف ہی کیوں نہ ہو جس کی وجہ سے وضو کی تکمیل یا غیر تکمیل کا فرق ہو۔ اس کی غرض امت کی اجتماعیت کو باقی رکھنا اور اس کے شیرازہ کو منتشر ہونے سے روکنا ہی ہے۔ اس دور میں بھی اس امت کی وحدت کو برقرار رکھنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ اجتماعی امور میں فروعی اور اختلافی مسائل کو نظرانداز کیا جائے اور ایک مرکز پر متحد ہوا جائے اور مرکز بیت اللہ الحرام سے بڑھ کر کوئی اور نہیں ہو سکتا۔

بیت اللہ سے دنیا کے ہر مسلمان کو روحانی اور قلبی لگاؤ اور گہرا تعلق ہے اور یہ ایمان کا تقاضا ہے کہ اس پاک گھر سے دنیا کے ہر کونے میں بسنے والا مسلمان اپنے روحانی اور قلبی تعلق کو قائم رکھے۔ ہندوستان میں رہنے والے مسلمان بھی امت مسلمہ کی ایک اہم اکائی

ہونے کی وجہ سے اس روحانی اور قلبی تعلق کو پوری طرح محسوس کرتے ہیں۔ اگر حرم پاک میں کوئی گروہ یا طبقہ کسی قسم کا فتنہ و فساد برپا کرنے کی کوشش کرتا ہے تو ہندوستان کا مسلمان بھی دنیا کے دیگر تمام مسلمانوں کی طرح اس سے متاثر ہوتا ہے اور اس کو اس کے سدباب کی ایک دینی اور فطری فکر دامن گیر ہوتی ہے۔

بیت اللہ الحرام ایک ایسی مبارک جگہ ہے جہاں ہر سال حج کے موقع پر دنیا کے کونے کونے سے آئے ہوئے مسلمان جمع ہوتے ہیں۔ ان میں مختلف مکاتب فکر اور مختلف خیالات کے لوگ ہوتے ہیں ظاہر ہے ان سب کے سیاسی افکار بھی یکساں نہیں ہو سکتے، پھر یہ بھی ضروری ہے کہ مختلف ممالک اور خطوں کے رہنے والے مسلمان اپنے اپنے ممالک اور خطوں کے مقامی حالات سے بھی متاثر ہوں گے۔ اگر یہ لوگ حج کے موقع پر ان سیاسی اختلافات کو ابھاریں اور مختلف مکاتب فکر کے نظریات کو ہوا دیں، تو حج ایک اجتماعی عبادت اور اللہ کی طرف سے عائد کردہ ایک اہم رکن ہونے کی بجائے سیاسی اکھاڑہ بن جائے گا جس سے نہ صرف بیت اللہ اور حرم شریف کے تقدس کو ٹھیس لگے گی بلکہ امت کے اندر زبردست انتشار بھی پیدا ہوگا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ جس عبادت کا مقصد امت کو ایک نقطۂ وحدت پر جمع کرنا ہے وہ خود اس انتشار کا شکار بن جائے گی اور اس کا اثر پورے عالم اسلام پر پڑے گا۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ حج کو اور حرم شریف کو ہر قسم کے اختلافات سے پاک و صاف رکھا جائے تاکہ مسلمان اس میں سکون، امن اور عافیت کے ساتھ اللہ کو یاد کر سکیں اور دنیا بھر کے انسانوں کے سامنے وحدت کا ایک ایسا نمونہ پیش کر سکیں جو دوسری قوموں میں نہیں مل سکتا۔

قرآن جب بیت اللہ کی طہارت اور پاکی کے بارے میں بیان کرتا ہے تو اس سے اس کا مطلب ہر قسم کی طہارت ہے یعنی طہارت ظاہرہ بھی اور طہارت معنوی بھی۔ طہارت معنوی سے مراد وہ پاکی ہے جس کی وجہ سے حرم شریف ان تمام عوامل سے پاک رہے جن کی وجہ سے اسکے امن و سکون کو ٹھیس لگے اور اس کی زیارت کو آنے والے مومنین کی عبادت میں خلل آئے۔ اس بات کا عہد اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے صاحبزادے حضرت اسماعیل علیہ السلام سے لیا تھا۔ ارشاد خداوندی ہے

وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا ؕ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ؕ

(اور وہ وقت بھی قابل ذکر ہے کہ) جس وقت ہم نے خانہ کعبہ کو لوگوں کو معبد اور (مقام) امن (ہمیشہ سے)

وَعَهِدْنَا إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ أَن طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ ٥

البقرة ۲ : ۱۲۵

مقرر رکھا اور مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بناؤ اور ہم نے (حضرت) ابراہیم اور (حضرت) اسمٰعیل (علیہما السلام) کی طرف حکم بھیجا کہ میرے (اس) گھر کو خوب پاک رکھا کرو بیرونی اور مقامی لوگوں (کی عبادت) کے واسطے اور رکوع اور سجدہ کرنیوالوں کے واسطے" بقرہ ۔ آیت ۱۲۵

مفسرین اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں: "طَهِّرَا بَيْتِيَ" اس میں بیت اللہ کو پاک کرنے کا حکم ہے جس میں ظاہری نجاسات اور گندگی سے طہارت بھی داخل ہے اور باطنی نجاسات کفر و شرک اور اخلاق رذیلہ بغض و حسد، حرص و ہوا، تکبر و غرور، ریا و نام و نمود سے پاکی بھی شامل ہے اور اس حکم طہارت کے لفظ بَيْتِيَ میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ یہ حکم تمام مساجد کے لئے عام ہے کیونکہ ساری مساجد بیوت اللہ ہیں جیسا کہ ارشاد ہے ۔ فِي بُيُوتٍ أَذِنَ اللَّهُ أَن تُرْفَعَ .... [۲۱] ابن کثیر مجاہد اور سعید بن جبیر کا قول نقل کرتے ہیں کہ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ سے مراد یہ ہے کہ اس کو (یعنی بیت اللہ کو) بتوں سے نیز فحش گوئی، جھوٹ اور خفیف حرکتوں سے بھی پاک رکھا جائے [۲۲] امام فخر الدین رازی بھی اسی سلسلہ میں یہ نقل کرتے ہیں کہ بیت اللہ کی پاکی کا مطلب یہ ہے کہ اس کو بتوں سے، شرک سے نیز گناہوں سے پاک رکھا جائے ..... [۲۳]

سیاسی اور اسی قسم کے دیگر مظاہروں میں حرص و ہوا، تکبر و غرور، ریا و نام و نمود اور بعض مرتبہ بغض و حسد جیسے اخلاق رذیلہ، برائیاں اور گناہ شامل ہوتے ہیں، اس لئے حرم شریف میں اسی قسم کے مظاہرے اور دیگر حرکتیں، حرم پاک کی پاکی کے خلاف ہیں جس کا حکم نص قطعی سے ثابت ہے

ہم امید کرتے ہیں کہ وہ گروہ اور طبقے جو ان تمام امور میں ملوث ہیں، ان حرکات سے باز آئینگے اور بیت اللہ کی عظمت کو برقرار رکھینگے تاکہ نہ صرف تمام امت مسلمہ بلکہ انسانیت اسکی برکات سے مستفیض ہو اور اس امت میں ایک بار پھر اتحاد اور اخوت پیدا ہو، نیز آپس کی چپقلش، اختلافات اور لڑائی جھگڑے سے دور ہوں۔

---

[۲۱] مفتی محمد شفیع، معارف القرآن ج ۱، ص ۲۶۶

[۲۲] ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ج ۱، ص ۱۶۱

[۲۳] امام فخر الدین رازی، مفاتیح الغیب ج ۱، ص ۲۲

ٹینڈر نوٹس

سرحد ترقیاتی کارپوریشن برائے جنگلات کو مندرجہ ذیل جنگلات سے گیلی جات اور سلیپران کی شکل میں درختان کی کٹائی اور لکڑی کی نکاسی کے لئے ٹینڈر مطلوب ہیں جو کہ زیر دستخطی کے دفتر میں مورخہ 25 جولائی 87ء کو بوقت گیارہ بجے دن تک پہنچ آنے چاہیئے۔ ٹینڈر اس مقصد کے لئے دفتر ہذا میں رکھے ہوئے بکس میں بھی ڈالے جاسکتے ہیں۔

تفصیل کام درج ذیل ہے

لاٹ نمبر	نام جنگل	تعداد درختان	ایستادہ والیوم (مکعب فٹ)	طریقہ برآمدگی	نام روڈ سائڈ ڈپو	زر بیعانہ (کال ڈپازٹ)
107/M	براول کمپارٹمنٹ نمبر 25، 39	400	108,026	سلیپران	سندراول	25,000/-
110/M	انزوڑ ″ ″ 52، 49	286	97,918	گیلی جات	جامرہ	15,000/-
111/M	کالام ″ ″ 45، 44	455	148,599	″	بھان پل	20,000/-
136/M	بھا ″ ″ 28،27،25،23	1239	259,043	سلیپران	بھا	25,000/-
138/M	روڑ لگار ″ ″ 21	327	81,682	″	روڑ لگار	20,000/-
139/M	کانا الیسٹ ″ ″ 9، 8	407	77,284	″	داموڑی	20,000/-
140/M	″ ″ ″ ″ 6،5،4،3	654	143,120	″	شاہ پور	20,000/-
141/M	پچکوڑہ ″ ″ 37،36،35،34	1084	267,142	گیلی جات/سلیپران	شرینگل	40,000/-
142/M	عشیری ″ ″ 34	514	110,033	سلیپران	گندیگار	25,000/-
145/M	لیلونی ویسٹ ″ ″ 12	497	85,035	″	لیلونی	15,000/-
146/M	″ ″ ″ ″ 14	876	173,519	گیلی جات	″	30,000/-
148/M	″ ″ ″ ″ 13	818	142,865	″	″	25,000/-
149/M	کانا الیسٹ ″ ″ 36، 35	897	204,051	سلیپران	اولندر	35,000/-

مختصر شرائط

1) ریٹ برآمدشدہ حجم کے لئے بحساب فی مکعب فٹ دینا ہوگا۔

گیلی جات کی صورت میں ریٹ کواٹر گرتھ والیوم کے لئے ہوگا۔

۲۔ ایستادہ والیوم میں ردوبدل ہو سکتا ہے۔

۳۔ کارپوریشن وجہ بتلائے بغیر کسی ایک یا سارے ٹینڈروں کو منظور یا نامنظور کرنے کا حق محفوظ رکھتا ہے۔

۴۔ مزید معلومات کسی بھی دن دوران اوقات کار حاصل کی جا سکتی ہے۔

(منیجر فارسٹ ایریشن)
سرحد ترقیاتی کارپوریشن جنگلات
ملاکنڈ سرکل۔ سیدو شریف سوات

INF (P) 2286

حکومت پاکستان وزارت تجارت
پبلک نوٹس

عامۃ الناس کی اطلاع کے لئے مشتہر کیا جاتا ہے کہ ٹی سی پی / سویک کموڈٹی ایکسچینج ارینجمنٹ مورخہ ۱۹۸۵-۵-۱ کی برقراری ایل / سی کھولنے کے لئے ۳۰ ستمبر ۱۹۸۷ء تک اور شپمنٹس مکمل کرنے کے لئے ۳۱ دسمبر ۱۹۸۷ء تک مزید توسیع کردی گئی ہے۔

(بشیر احمد بھٹی) سیکشن آفیسر

PID (1) 80/56

حکومت پاکستان ۔ وزارت تجارت

نوٹس

عنوان : پاک ۔ چیک بارٹر پروٹوکول نمبر ۲۱ مورخہ 1984/11/21 کی توسیع

عامۃ الناس کی اطلاع کے لئے مشتہر کیا جاتا ہے کہ پاک ۔ چیک بارٹر پروٹوکول نمبر ۲۱ مورخہ 1984-11-21 برائے شپمنٹس (صرف) کی تاریخ مورخہ 30 ستمبر 1987 تک بڑھا دی گئی ہے۔

(بشیر احمد بھٹی) سیکشن آفیسر
وزارت تجارت ۔ اسلام آباد

PID (1) 84/56

حضرت مولانا برہان الدین سنبھلی

علماء دین اور دنیوی علوم و فنون میں مہارت

یہ مقالہ دارالعلوم حیدر آباد (ہند) کی طرف سے منعقدہ ایک عالمی علمی و دعوتی کانفرنس میں ۱۸ مارچ ۱۹۸۷ء کو پڑھا گیا جس کی صدارت مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ کر رہے تھے اور اس میں ہند و بیرون ہند کے ممتاز اہل علم و دانش۔ مثلاً امام حرم عبداللہ ابن سبیل۔ حضرت مولانا شاہ منت اللہ رحمانی اور مسلم یونیورسٹی کے سابق چانسلر سید حامد صاحبان تشریف فرما رہے تھے۔

علم کی ضرورت و اہمیت آج سب مذاہب و ادیان، اکثر قوموں اور ملکوں بلکہ تمام باشعور انسانی طبقوں اور تھوڑی بہت انسانیت رکھنے والوں کو بھی تسلیم ہے۔ لیکن غالباً ان تمام انسانی مجموعوں میں صرف امت مسلمہ کہلانے والی جماعت اور عرف عام میں "مسلمان" کے نام سے پہچانے جانے والے لوگوں کے نزدیک ہی علم و تعلیم کی اہمیت عقلی و سماجی ہونے کے ساتھ ساتھ مذہبی اور دینی بھی ہے کیونکہ یہ امت جس نبی امی فداہ ابی و امی (علیہ افضل الصلوات والتحیات) کی تعلیمات کو سرمۂ چشم بنائے ہوئے ہے اس پر ہدایت کی پہلی کرن ہی "اقراء" اور "علم بالقلم" کے ضوفشاں پیغام کے ساتھ نمودار ہوئی۔ اس لئے یہ ذرا بھی تعجب کی بات نہیں کہ تعلیمات نبوی میں طلب علم "فریضہ" قرار دیا گیا۔ "طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم" (مشکوٰۃ ۱/۳۴ بحوالہ ابن ماجہ و بیہقی) اور اسی سے روشنی پا کر فقہ و فتاویٰ کی کتابیں (ان تعلم العلم یکون فرضاً علم حاصل کرنا فرض ہے) کے حکم شرعی سے گونجتی نظر آتی ہیں۔ یہ الگ بحث ہے کہ "علم کونسا یا کتنا حصہ ہر شخص کے لئے ضروری ہے اور کونسا یا کتنا مجموعی طور پر لازمی ہے"۔ یہی وجہ ہے کہ آفتاب نبوت کے طلوع ہونے اور دعوتی سرگرمیاں شروع ہونے کے ساتھ ہی علم و تعلیم کی محفلوں کے سجائے جانے کا پتہ بھی چلتا ہے۔ اور پھر اس میں شرکت کرنے والوں میں نہ تو رنگ و نسل کا امتیاز تھا نہ ملک و قوم کا فرق، بلکہ خود بھی نور ہدایت کی روشنی سے خود کو منور کرنا چاہتا۔ وہ خوان علم کی زلہ ربائی کا بھی

حقدار بلکہ لازماً اس میں حصہ دار بنتا اس طرح چراغ سے چراغ جلے تو گویا علم کا چراغاں ہوا۔ روشنی کا دائرہ پھیلتا اور بڑھتا رہا۔ اور ان شاء اللہ بڑھتا ہی رہے گا۔ تا آں کہ اللہ علیم و قدیر کے ارشاد " لیظھرہ علی الدین کلہ " کا مظاہرہ ہو اور صادق و مصدوق کی یہ پیشین گوئی " لا یترک اللہ بیت مدر ولا وبر الا ادخلہ ہذا الدین " (تفسیر ابن کثیر ۲/ ۹۴ ۲ بحوالہ مسند احمد) پوری ہو (یعنی یہ روشنی سارے عالم میں چھا جائے گی) پیشین گوئی پوری ہو:

مسلمانوں کے لئے علم کا محرک مذہبی ہے جو سب سے قوی ہوتا ہے اہلِ نظر جانتے ہی ہیں کہ کم سے کم مشرقی ممالک میں اور قوموں میں کسی کام پر آمادگی پیدا کرنے کے لئے مذہب سے زیادہ قوی محرک اور کوئی نہیں ہے، اس بنا پر یہ حقیقت محلِ حیرت نہیں کہ مسلمانوں نے اسی مذہبی جذبہ سے علم کی طرف ایسی توجہ مبذول کی کہ سب سے آخری امت ہونے کے باوجود پہلوں سے آگے نکل گئے اور اس دوڑ میں آگے نکل جانے کا اعتراف صرف اپنوں نے ہی نہیں بعض انصاف پسند غیروں نے بھی کیا ہے۔

مسلمانوں کی علمی پیش قدمیاں اس کا کچھ ہلکا سا اندازہ اس جائزہ سے ہوتا ہے جو ہمارے محترم مولانا ڈاکٹر عبداللہ عباس صاحب ندوی (معتمد تعلیمات دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنو) نے اپنے حالیہ مضمون میں ایک مشہور عرب عالم شیخ انور الجندی کے حوالہ سے پیش کیا ہے۔ کہ مسلمانوں کے علمی خزانہ کے صرف مخطوطات جو حوادث روزگار سے بچ گئے ہیں ان کی تعداد تیس لاکھ ہے۔ اور اس کی قدر و قیمت کا اندازہ لگانے کے لئے تنہا یہ بات کافی ہونی چاہئے کہ مسلم ممالک ہی میں نہیں غیر مسلم ملکوں میں ان کی طرف اس درجہ اعتناء و توجہ ہے کہ " لیڈن " میں اسلامیات پر جو قلمی کتابیں ہیں صرف ان کی فہرست ہی دس ضخیم جلدوں میں سمائی ہے۔

(اگر فرض کیا جائے کہ ہر جلد میں ۵۰۰ صفحے اور ہر صفحہ پر ۲۰ کتابوں کا اندراج ہے تو کتابوں کی مجموعی تعداد ایک لاکھ ہوتی ہے۔ یہ تو مغرب کے صرف ایک شہر کا حال ہے (اور وہ بھی مخطوطات کی تعداد کے لحاظ سے) اس کے علاوہ برطانیہ، فرانس، جرمنی، اٹلی وغیرہا میں جو تعداد ہے وہ اس سے کہیں زیادہ ہے اسکوریل کی لائبریری میں اسلامیات پر چھ سو جلدیں ہیں۔ یہ تعداد تو غیر مسلم ملکوں کی ہے۔ مسلمان ملکوں میں علمی ذخیرہ جتنا کچھ (دوسروں کی دست برد سے) محفوظ رہ گیا ہے اس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ تنہا ایک مسلم ملک ترکی کے صرف ایک کتب خانہ مکتبہ حکمت عارف میں اسی ہزار قلمی کتابیں ہیں۔ اور یہ حال تو صرف ان مضامین کی کتابوں کا ہے جنہیں اسلامیات کا عنوان دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ وہ موضوعات جو آج کل زبان میں سیکولر کہے جا سکتے ہیں ان پر مسلمانوں کی علمی و تحقیقی خدمات بھی کم نہیں ہیں۔ ڈاکٹر صاحب موصوف نے اپنے محولہ بالا مضمون میں اس کا بھی سرسری جائزہ لیا ہے (تفصیل کے لئے رسالہ " ذکر و فکر " دہلی شمارہ دسمبر ۱۹۸۶ء کا عنوان " مذاکرات " دیکھئے)

علوم میں اسلامی اور غیر اسلامی کی تقسیم نادرست، ہر ضروری علم فرض کفایہ ہے یہاں اس طرف توجہ دلانا

بھی شاید بے محل نہ ہوگا۔ کہ فقہائے اسلام نے جن علوم کو فرض کفایہ کا درجہ دیا ہے ان میں وہ سارے فنون شامل کئے ہیں جن کا حصول کسی بھی صحیح غرض سے ناگزیر ہو۔ چنانچہ تیرھویں صدی کے معروف شامی فقیہ علامہ محمد امین الشہیر بابن عابدین (م ۱۲۵۲ھ) نے اپنی شہرہ آفاق اور مرجع الفقہاء کتاب رد المختار کے اندر اس فہرست میں طب، حساب، کتابت، اصول صناعات، سیاست، فلاحت اور بہت سے علوم شامل کئے ہیں۔ اور ان کے انداز بیان سے یہ نتیجہ نکالنا مشکل نہیں کہ وہ ہر علم و فن جس کی ضرورت و احتیاج کسی نہ کسی درجہ میں انسانوں اور انسانی معاشرہ کو ہو۔ وہ سب اسی زمرہ فرض کفایہ میں شمار ہونے کے لائق ہے۔ اور اس بنا پر امت مسلمہ میں سے اتنے افراد کا ان میں مہارت وحذاقت حاصل کرنا کہ جس سے انسانی معاشرہ کی ضرورت پوری ہوجائے فرض ہوگا۔ یہاں موصوف کے کلام سے جستہ جستہ حصے پیش کرنا غالباً سامعین پہ بار خاطر نہ ہوگا۔

علامہ شامی نے صاحب در مختار علاؤ الدین الحصکفی (۱۰۸۸ھ) کی عبارت (جس کا اجمالی ذکر شروع میں آچکا ہے۔

واعلم ان تعلم العلم یکون فرض عین و هو بقدر ما یحتاج لدینه و فرض کفایة و هو ما زاد علیه لنفع غیره

ہر شخص کے لئے علم کی اتنی مقدار جو دینی لحاظ سے ضروری ہے حاصل کرنا فرض ہے اور اس سے زیادہ مقدار کا جو دوسروں کے لئے نفع رساں ہو فرض کفایہ ہے۔

کی شرح کرتے ہوئے آٹھویں صدی کے ایک ممتاز فقیہ فخر الدین زیلعی (م ۷۴۳ھ) شارح کنز کا یہ قول نقل کیا ہے

واما فرض الکفایة من العلم فهو کل علم لایستغنی عنه فی قوام امور الدنیا کالطب والحساب واللغة وقسمة الوصایا والمواریث و الکتابة وکذا علم الاثار والاخبار والعلم بالرجال واصول الصناعات والفلاحة کالحیاکة والسیاسة والحجامة (رد المختار ۱/۲۱ — ۲۰ شرح الدر المختار)

فرض کفایہ ہر اس علم کا حاصل کرنا ہے جو دنیاوی ضرورتوں کے لحاظ سے ناگزیر ہو مثلاً طب، حساب، لغت، وصیت و میراث تقسیم کرنے کے اصول، کتابت، اسی طرح علم الآثار، تاریخ، لوگوں (کے مراتب) کا علم اور دست کاریوں اور کھیتی باڑی کا جاننا۔ مثلاً کپڑا سازی، نیز سیاست اور سرجری

کھیتی باڑی سے لے کر انجنیری تک | اس فہرست میں آپ حضرات نے غور فرمایا ہوگا۔ کہ سیاست، سرجری (حجامة دراصل سرجری ہی کی ایک قسم ہے) تاریخ (العلم بالرجال) صناعات جن میں معمولی دست کاریوں سے لے کر اعلیٰ درجہ کے ہر قسم کے کارخانوں کا قیام شامل ہے۔ طب (یعنی ڈاکٹری) حساب جس کے اندر میتھمیٹکس اور

جیومیٹری جسے عرب علم الہندسہ کہتے تھے اور جو انجینئرنگ کے لئے بے حد ضروری ہے۔ اس لئے آج کل عربی میں انجینئر کو "مہندس" کہتے ہیں وغیرہ شامل ہیں۔ لکھنا پڑھنا، فلاحت (اگریکلچر) وغیرہ وہ سارے فنون شامل ہیں جو مغربی ملکوں میں بھی صدی ڈیڑھ صدی سے ہی مستقل فن سمجھے جانے اور کالجوں و یونیورسٹیوں میں مستقل علیحدہ مضامین کے طور پر پڑھائے جانے لگے ہیں۔ حالاں کہ مسلمانوں نے زائد از ایک ہزار برس قبل ہی اپنے تمدنی و ثقافتی علوم میں ہی نہیں۔ مذہبی علوم میں ان کا شمار کیا اور مستقل موضوعات کی حیثیت سے ان کا حصول یعنی تعلیم و تعلم ضروری قرار دیا۔ اس بنا پر یہ کہنا غالباً بے جا نہ ہوگا کہ یہ سارے علوم بھی اسلامی ہیں ان میں اسلامی اور غیر اسلامی کی تقسیم۔ اغیار نے اسلام کو بھی اپنے مذاہب کے تنگ دائرہ پر قیاس کرکے مشہور کردی اور پھر شعوری یا غیر شعوری طور پر آج کے مسلمان بھی اسی تقسیم کو حقیقی سمجھنے لگے۔ حالاں کہ اسلام نے ان تمام علوم و فنون کو مذہبی جذبہ ہی سے حاصل کیا۔ اور فروغ دیا تھا اور یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ ان شعبوں میں بھی فرق مراتب ملحوظ رکھتے ہوئے تقریباً ایسی ہی سرگرمیاں دکھائیں جیسی کہ معروف اسلامی علوم کے تعلیم و تعلم کے بارے میں۔

مسلمانوں کی علمی تحقیقات میں محنتیں | چنانچہ جس طرح محدثین نے احادیث کی تفصیل و تحقیق کے لئے طویل طویل سفر کئے (تعداد کے فرق کو نظر انداز کرکے) اسی طرح جیسا کہ نواب حبیب الرحمن خان شیروانی مرحوم نے اپنی معروف زمانہ کتاب "علمائے سلف" میں متعدد مسلم حکمار کے واقعات میں لکھا ہے کہ بہت سے مسلم حکمار و اطبار نے جڑی بوٹیوں کا پتہ لگانے اور ان کی خاصیتیں دریافت کرنے کے لئے بڑے دشوار گذار مراحل طے کئے۔ مثلاً ضیار الدین ابن بیطار نے نباتات کی تحقیق کے لئے مختلف ملکوں روم، یونان، اسپین کو چھان ڈالا۔ (علمائے سلف صفحہ ۲۲)

مسلمانوں کے دوسرے مفید علموں سے دلچسپی کا اندازہ ان کتابوں سے کیا جا سکتا ہے جو زمانہ گذشتہ کے مسلمانوں نے علوم و فنون کے کثیر شعبوں میں مستقل تصانیف ہزاروں کی تعداد میں چھوڑی ہیں ان کتابوں کی صحیح تعداد کا علم اللہ علیم و خبیر کے علاوہ اور کسی کو نہیں۔

مسلمانوں کی علمی کوششوں کا ایک اندازہ | اس کا ایک ہلکا سا اندازہ تعارف کتب کی مشہور کتاب کشف الظنون (ملا کاتب چلپی، (۱۰۱۷-۱۰۶۷ھ) پر ایک نظر ڈالنے سے ہو جاتا ہے۔ کہ اس کے اندر مختلف علوم و فنون پر کتابوں کا ذکر (تکملہ کو شامل کرکے) ہزاروں صفحات میں سمایا ہے۔ اور جن علوم و فنون پر یہ علمی ذخیرہ ہے ان کی تعداد بھی ایک صد سے کم نہیں ہے ان میں علم الرصد، علم الحساب اور اس کی مختلف شاخیں جبر و مقابلہ اور جیومیٹری وغیرہ۔ علم المنسیج (تنہا اس علم پر ۲۴ کتابیں کشف الظنون میں مذکور ہیں) علم السباحۃ، علم الطب (اور اس کی مختلف شاخیں) اسی کتاب میں اس علم کے تحت حروف تہجی کے اعتبار سے ۱۱ کتابیں مع تعارف کے

مذکور ہیں۔ تنہا امراضِ چشم پر تقریباً ایک درجن چھوٹی بڑی کتابوں کا ذکر ہے۔ علم الکیمیا (جس سے کیمسٹری بنا ہے)، علم الہیئۃ (جس سے خلائی تحقیق کا دروازہ کھلا ہے اور آج بھی گذشتہ زمانہ کی بعض تحقیقات حرفِ آخر کا درجہ رکھتی ہیں) ان کے علاوہ علم التاریخ وجغرافیہ تو وہ فن ہیں جس کے بارے میں اگر یہ کہا جائے کہ ان کی ترقی اور عروج کا سبب تنہا مسلم محققین نے تو بے جا نہ ہو گا۔

جغرافیہ میں گذشتہ مسلمانوں کی ترقی کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ دنیا کے مختلف ملکوں، بڑے شہروں اور سمندروں کی پیمائش و محل وقوع کی تعیین وہ لوگ سینکڑوں سال قبل نئے آلاتِ پیمائش وغیرہ کی ایجادات سے بہت پہلے جو کچھ تا یا لکھ گئے ہیں اس کی تصدیق جدید ترین تحقیقات سے بھی ہو گئی ہے۔ اس کا اعتراف تنہا مسلمانوں ہی نے نہیں غیر مسلموں (مستشرقین) نے بھی کیا ہے۔ مثلاً موسیو لیبان نے تفصیل کے لئے مولانا سید سلیمان ندوی کی قیمتی کتاب "عربوں کی جہازرانی" دیکھئے۔

کشف الظنون میں تاریخ کے موضوع پر صرف وہ کتابیں جن کا نام (تاریخ یا تواریخ) سے شروع ہوتا ہے ان کی تعداد ۱۷۷ ہے اسی فن کی بقیہ کتب جو دوسرے ناموں سے ہیں ان کی تعداد ۱۳۰۵ ہے اور اخبار کے نام سے نصف صد سے زائد کتابیں تاریخ کی ہیں۔

اجرِ آخرت کا جذبہ | جب گذشتہ مسلمانوں نے یہ تمام علوم مذہبی جذبہ سے حاصل کئے اور اسی جذبہ سے ان کی خدمت انجام دیں اور تصنیفات کیں۔ تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ آج یہ جذبہ کیوں سرد ہو گیا؟ واقعہ یہ ہے کہ آج کم سے کم مسلمان انجینئر، ڈاکٹر، تاجر، کسان اور دیگر پیشہ ور افراد اپنے اپنے کام فریضۂ مذہبی سمجھ کر انجام دیں تو نہ صرف یہ کہ وہ اجرِ آخرت کے مستحق ہوں۔ بلکہ کارکردگی کے معیار اور مقدار دونوں بہتر ہوں۔ اور بہت سی ان شکایات کا ازالہ ہو جائے جن کی بنا پر تمام دنیا بالخصوص ایشیا اور بالاخص ہندوستان میں شدید بے چینی ہے بلکہ تباہی مچی ہوئی ہے۔ اس موقعہ پر ایک روایتی قصہ یاد آرہا ہے۔ وہ یہ کہ کسی صاحب نے اپنا مکان بنوایا اور اس میں تازہ ہوا اور روشنی کی غرض سے روشندان بھی رکھے۔ مکان تیار ہو جانے کے بعد وہ کسی اللہ کے مقبول بندہ اور عارف و دانا شخص کو اس مکان میں کچھ دیر کے لئے شاید برکت حاصل کرنے کے لئے جذبہ سے لائے۔ اس دانا نے جب روشندان رکھنے کی مصلحت صاحبِ مکان سے دریافت کی تو انہوں نے بلا تکلف وہی بات بتا دی جو ان کے اور عام طور پر لوگوں کے ذہن میں ہوتی ہے۔ یعنی تازہ ہوا اور روشنی کی آمد۔ یہ سن کر اس عارف نے کہا کہ اگر تم یہ بھی نیت کر لیتے کہ اس سے اذان کی آواز آئے تو وہ تمام فائدے بھی حاصل ہوتے جو تمہارے پیشِ نظر ہیں اور ان کے علاوہ ثواب بھی اس وقت تک برابر ملتا رہتا جب تک یہ روشندان رہتا۔

واقعہ یہ ہے کہ آج ہم مسلمان ثواب کے بہت سے مواقع محض بے نیتی اور بے توجہی کی بنا پر ضائع کر دیتے

ہیر۔ مجھے علمائے شریعت معاف فرمائیں کہ اس بارے میں ان سے بھی نیازمندانہ یہ شکایت ہے کہ انہوں نے عام
طو۔ ہے اور اکثر فرضِ کفایہ کی مثال نمازِ جنازہ جیسے کاموں ہی سے دی۔ اور ان کا ایسے انداز میں بار بار ذکر کیا
کو ام بیچارے فرضِ کفایہ کا دائرہ صرف ایسے ہی چند کاموں اور چیزوں میں منحصر سمجھنے لگے اور ان کے
ذہنوں کی رسائی اس حد تک ہو ہی نہ سکی کہ دستکاری، کاشتکاری اور انجنیری اور ڈاکٹری جیسے پیشے
اور فنون بھی فرضِ کفایہ کی طویل فہرست میں شامل ہیں اور ان میں مشغولیت بھی اجرِ آخرت کا سبب بنتی ہے۔

دینی مدارس میں غیر متعلق فنون کا شمول لیکن اس کا مطلب یہ لینا چاہئے کہ ان تمام علوم وفنون کی حیثیت
کی سال ہے۔ یا (راقم کے نزدیک) آج کل دینی مدارس کے نام سے جو ادارے چل رہے ہیں ان میں، ان علوم کے
م جو علوم دینیہ کہلاتے ہیں ایسے سب علوم وفنون یا ان میں سے بعض کی تعلیم کا بندوبست کیا جانا بھی پسندیدہ
ہے جن کا ذکر ابھی فرضِ کفایہ کے ذیل میں آیا۔ کیونکہ مدارس عربیہ دینیہ کے نصاب میں غیر متعلق علوم وفنون کو
اور دستکاریوں وغیرہ کو شامل کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ آم کے باغ میں نیم کا درخت لگانا۔ بلکہ آم کے درخت
پر نیم کی قلم لگانا نیم کے درخت کو اس کی افادیت اور صحت کے لئے منفعت بخشی کے باوجود مناسب
نہیں۔ کہ آم کے درختوں کے درمیان جگہ دی جائے۔ کہ اس سے نفع کے بجائے نقصان کا خطرہ ہو سکتا ہے ٹھیک
اسی طرح مدارس عربیہ دینیہ کے قیام ونظام کی جو اصل غرض ہے وہ یقیناً ایسے غیر متعلق علوم وفنون کی پیوند
کاری سے متاثر ہوگی اور خطرہ ہے کہ یہ طرزِ عمل "طمع الکل فوت الکل"، کا نتیجہ برآمد کرنے کا کہیں سبب نہ
بن جائے (بلکہ جہاں اس کا تجربہ کیا گیا ہے وہاں عموماً اور اکثر یہی نتیجہ سامنے آچکا ہے۔) اسی سبب سے
عصری نظام تعلیم کے اداروں میں بھی یہ شتر گربگی نہیں کی جاتی۔ کہ انجنیرنگ کالج کے طلبہ کو میڈیسن کی اعلیٰ تعلیم
دی جاتی ہو۔ یا اگریکلچر یونیورسٹی میں ماہر آرٹیکٹ تیار کرنے کی کوشش کی جاتی ہو۔

صحیح طریق کار ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ ابتدائی دینی تعلیم کا ایک بہت مختصر کورس پڑھا کر ان مدارس
دینیہ سے طلبہ کو رخصت کر کے دوسرے شعبے اور فنون میں مہارت پیدا کرنے کے لئے مطلوبہ فنون کے
مخصوص اداروں میں (تعلیم وتربیت حاصل کرنے) بھیجا جائے۔ اور اگر ہو سکے تو امداد بھی دی جائے۔ تاکہ
وہ ان اداروں کے اخراجات برداشت کر سکیں۔ جن میں مطلوبہ علوم وفنون کی تعلیم وتربیت کا معقول اور
اعلیٰ نظم ہے۔ لیکن یہ بہت ضروری ہے کہ ایسے طلبہ کی بطورِ خاص دینی واخلاقی تربیت کا نظم مدارسِ دینیہ
ان کی اس مختصر مدتِ قیام کے دوران کیا جائے تاکہ وہ آئندہ اپنی زندگی خواہ کسی شعبہ میں مہارت کر کے گذاریں
دینی واخلاقی حیثیت سے ممتاز اور سچے پکے مسلمان بنے رہیں۔ لیکن اس سے بھی بہتر صورت یہ ہے کہ مسلمان
خود ایسے مستقل ادارے قائم کریں جن میں ہر قسم کی تعلیم کے ساتھ دینی تربیت کا بھی نظم ہو۔

ہر علم و فن میں مہارت و کمال کی اہمیت | یہاں ایک اور اہم بات کی طرف توجہ مبذول کرانا بھی شاید بے جا نہ ہوگا وہ یہ کہ یوں تو ہر زمانہ میں کمال و اختصاص کی اہمیت تسلیم کی گئی ہے اور صاحب کمال کا مقام بلند ہو رہا ہے۔ لیکن اس زمانہ میں مختلف عوامل کی وجہ سے جن میں ایک اہم عامل تعلیم کا عموم و شیوع ہے۔ اس کی اہمیت اور زیادہ بڑھ گئی ہے۔ کہ امتیاز کے بغیر آج قدر دانی کی توقع کرنا سراب سے پیاس بجھانے کی توقع رکھنے کے برابر نامعقول بات ہوگی۔ یعنی آج پہلے سے کہیں زیادہ "کسب کمال کن کہ عزیز جہاں شوی" جیسے حکیمانہ مقولہ کی معنویت میں اضافہ ہوگیا ہے اور صاحب کمال کا عزیز و معزز ہونا ایسا مسلم اصول ہے جس میں ابتدائے آفرینش سے کر آج تک غالباً کوئی فرق نہیں آیا ہے۔ علمائے سابقین میں بے شمار ایسے گزرے ہیں کہ ان کی قدر دانی حکمرانوں نے سونے یا چاندی میں تول کر کی ہے۔ خود ہندوستان میں ملا عبدالحکیم سیالکوٹی کو یہ امتیاز حاصل ہوچکا ہے۔ اور ایسے بھی واقعات پیش آئے کہ ان کی تصنیفات کو واقعتہً سونے کے مول خریدا گیا۔ اسی ہندوستان کے عربی لغت کے ایک ماہر علامہ مرتضیٰ زبیدی کو یہ شرف ہندوستان میں نہیں، عرب میں بھی حاصل ہوا اس طرح کے واقعات مولانا مناظر احسن گیلانی کی شہرۂ آفاق کتاب "ہندوستان میں مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت") ان واقعات سے نیز ایسے ہی دوسرے واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ صاحب کمال کے اعزاز و احترام میں نہ ملکوں کی سرحدیں آڑے آتی ہیں۔ نہ رنگ و نسل کی دیواریں اور پھر یہ کہ جس طرح گذشتہ زمانہ میں یہ اصول بروئے کار لایا جاتا تھا آج بھی اس میں باوجود نیشن اور نیشنلزم کی وبا عام ہونے کے کوئی خاص فرق نہیں پڑا جس کا ثبوت متعدد ایشیائی اور ہندوستانی اصحاب کمال کو نوبل پرائز دیئے جانے سے جا ملتا ہے

اہل کمال کی قدردانی | اسی سلسلہ میں اب تک جن قدر دانیوں کا ذکر آیا وہ زیادہ تر مادی حیثیت کی تھیں۔ اس کے علاوہ اہل کمال کی معنوی عزت افزائیوں اور کمالات کے اعترافات بھی اتنے زیادہ ہیں کہ ان کا شمار ہی مشکل ہے جن کا کچھ اندازہ مولانا گیلانی علیہ الرحمہ کی مذکورہ کتاب سے بھی کیا جاسکتا ہے۔ اس بارے میں اسی کتاب سے ماضی قریب کا ہی ایک واقعہ بطور مثال پیش کیا جارہا ہے۔

مصر کے مشہور صاحب قلم اور ممتاز عالم المنار کے ایڈیٹر علامہ رشید رضا جب ہندوستان آئے تو یہاں کے مختلف بڑے علمی اداروں میں گئے جن میں دارالعلوم دیوبند بھی شامل ہے۔ اس وقت وہاں مایہ ناز محدث امام العصر علامہ انور شاہ کشمیری قدس سرہٗ استاذ حدیث تھے۔ مہمان محترم کے اعزاز میں جو دارالعلوم کے اندر جلسہ ہوا اس میں علامہ کشمیری نے ایسی علمی اور فنی تقریر عربی میں کی۔ حاضرین کا بیان ہے کہ علامہ رشید رضا فرط حیرت و مسرت سے اچھل اچھل پڑتے تھے۔ اور بار بار ان کی زبان پہ یہ جملہ آرہا تھا۔

"ما رایت مثل ھذا الاستاذ الجلیل قط"

میں نے اس جیسا عظیم استاذ اس سے پہلے نہیں دیکھا۔ اور واپسی پر یہ کہتے ہوئے رخصت ہوئے۔

"لولا رایتھا لرجعت من الھند حزینا"

اگر میں اس دارالعلوم کو نہ دیکھتا تو بہت صدمہ ہوتا۔ (ج ص ۳۵۸)

رشید رضا مصری کا اعتراف اسی پر ختم نہیں ہوتا۔ بلکہ جب ہندوستان سے واپسی کے خاصے عرصہ بعد حدیث کا پہلا مشہور جامع انڈکس "مفتاح کنوز السنۃ" شائع ہوا تو اس کے مقدمہ (ص ق) میں موصوف نے برملا اعتراف ہندوستانی علما کی خدمات کا بیان ان الفاظ میں کیا۔

ولولا عنایۃ اخواننا علماء الھند بعلوم الحدیث فی ھذا العصر لقضی علیھا بالزوال

فقد ضعف فی مصر والشام والعراق والحجاز حتی بلغت منتھی الضعف

اگر ہمارے دینی بھائی ہندوستانی علماء، علوم حدیث کی اشاعت وغیرہ کی طرف متوجہ نہ ہوتے تو یہ علم دنیا سے رخصت ہو گیا ہوتا۔ کیونکہ جو اس علم کے اصل مراکز تھے وہاں یہ ضعف کے آخری درجہ تک پہنچ چکا ہے۔ یہ کتاب ۱۳۵۲ھ ۱۹۳۴ء میں شائع ہوئی۔ عجیب اتفاق ہے کہ یہی سال علامہ کشمیری کی وفات کا ہے اور رشید رضا ۱۹۱۱ء میں ہندوستان آئے تھے۔

زمانہ نہیں بدلا۔ دور کیوں جائیے علوم اسلامیہ کے اندر مہارت و کمال رکھنے والوں کی قدر افزائی کے واسطے چند سال قبل سے دیا جانے والا فیصل ایوارڈ ہندوستان کے دو عالموں کو اس مختصر مدت کے اندر ہی مل چکا ہے ان میں سے ایک ذات گرامی ہماری اور اجتماع کی خوش قسمتی سے ہمارے درمیان موجود ہے یعنی ہمارے مخدوم اور ہندوستانی مسلمانوں کی سب سے زیادہ نمائندہ تنظیم مسلم پرسنل لا بورڈ کے صدر حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی (متعنا اللہ بطول تعالی) اور دوسرے فاضل جنہیں عام طور پر ڈاکٹر مصطفےٰ اعظمی کے نام سے جانا جاتا ہے حالانکہ وہ ڈاکٹر ہونے سے پہلے عالمی شہرت رکھنے والی علوم دینیہ کی درسگاہ دارالعلوم دیوبند میں کئی سال تک باقاعدہ تعلیم حاصل کر کے اور استاذ حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند سے حدیث پڑھ کر سند فضیلت لے چکے تھے۔

موصوف کو فیصل ایوارڈ حدیث شریف کی خدمت ہی کی بنا پر ملا ہے۔ اس لئے انہیں مولانا مصطفےٰ اعظمی کہنا زیادہ مناسب ہوگا۔

بزرگو! اگر میں اس وقت عثمانیہ یونیورسٹی یا مسلم یونیورسٹی کے اندر وہاں کے انجینئرنگ کالج میں یہ مضمون پیش کر رہا ہوتا تو طلبہ سے خطاب کر کے کہتا کہ انجینئرنگ میں کمال حاصل کرو۔ اسی طرح اگر میڈیکل کالج کے اسٹوڈنٹس

سے مخاطب ہوتا تو انہیں متوجہ کرتا کہ ممتاز ترین ڈاکٹر بنو۔ لیکن چونکہ اس وقت حسن اتفاق سے میں ایک علوم دینیہ کی معروف درسگاہ کی طرف سے منعقد اجتماع میں یہ گذارشیں پیش کر رہا ہوں اس لئے دینی شعبہ کے طلبہ سے خاص طور پر عرض کرتا ہوں کہ وہ اپنے مضامین میں امتیاز و اختصاص پیدا کریں کہ زمانہ ان کی قدر دانی کرے اور انہیں سر آنکھوں پر بٹھانے کے لئے آج بھی اسی طرح تیار ہے جس طرح کل تھا۔ بلکہ آج شاید کچھ زیادہ ہی قدر دانی کے ثبوت فراہم ہو رہے ہیں جس کی ایک دلیل اوپر گذری۔ دو شخصیتوں کی مثالیں ہیں یہ کہنا صحیح نہیں کہ "زمانہ بدل گیا ہے" البتہ شاید کہنے کی بات یہ ہے کہ ہم بدل گئے ہیں کہ ہم اب نہ پہلی جیسی محنت کے عادی رہے اور نہ ان صفات کے لئے مساعی کی کہ جن کی بنیاد پر دنیا قدر دانی کے لئے ہمیں پکارے۔

(اگرچہ علوم دینیہ کے طالبین کا اصل مقصد رضائے خداوندی ہونا چاہئے)

کمال حاصل کرنے کا قرآنی نسخہ جب امتیاز و اختصاص کا ذکر چھڑا ہی ہے تو قرآن مجید کے بتلائے ہوئے نسخہ کا ذکر بھی مناسب بلکہ ناگزیر معلوم ہو رہا ہے۔ جس کے ذریعہ یہ صفت پیدا کی جا سکتی ہے۔ قرآن حکیم میں اللہ علیم و حکیم نے تین اجزاء پر مشتمل وہ نسخہ بتایا ہے جسے نسخہ کیمیا کہنا شاید مبالغہ نہ ہوگا وہ اجزاء یہ ہیں۔

تقویٰ، صبر اور احسان یعنی خدا کی نافرمانی سے بچنے کے ساتھ ہر اس چیز سے پرہیز کرنا جو مقصد کے لئے سمّ قاتل رساں ہو اور جن کاموں سے مقصد برآری کی امید ہو ان پر جی جان کھپا دینا (کسی جگہ ہمت نہ ہارنا) اور پھر ہر کام کرتے وقت اس کا لحاظ رکھنا کہ بہتر سے بہتر طریقہ پر انجام پائے۔

یہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک برگزیدہ نبی حضرت یوسف علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان سے ادا کرایا ہے کہ جو خود اس نسخہ کی کیمیا اثری اور انتہا انگیزی کا تجربہ کر چکے تھے۔

فرمایا :-

انّہ من یتق و یصبر فان اللّٰہ لا یضیع اجر المحسنین ٥ (سورہ یوسف ۱۳)

آیئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان صفات کا حامل بننے کی توفیق عطا فرمائے۔

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم و آخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العلمین ٥

بقیہ از صفا

ل ہے جو لوگ خدمت دین میں مصروف ہیں وہ بھی محفوظ ہوں گے۔

بہرحال ہم پر اللہ کریم نے بڑا احسان کیا۔ قرآن اور حدیث سے ہمارا تعلق جوڑا۔ ہم نبی کی وراثت حاصل کر رہے ہیں۔ خدا تعالیٰ سب کو اس کا ادب و احترام اور اس کے حقوق اور تقاضے پورے کرنے کی توفیق رحمت فرمائے۔

اس کے بعد دارالعلوم حقانیہ، اساتذہ و طلبہ، عالم اسلام، دارالعلوم کے معاونین، سرپرست، اراکین و مخلصین، افغان مجاہدین اور جملہ مسلمانوں کے لئے دعا فرمائی ۔

ٹینڈر نوٹس

سرحد ترقیاتی کارپوریشن برائے جنگلات کو اپنے مندرجہ ذیل روڈ سائیڈ ڈپوؤں سے خیرآباد، [illegible]کدرہ، ٹمبر مارکیٹ / راموڑہ فیکٹری تک لکڑی کی ڈھلائی بمعہ لدائی، اترائی کے لئے ٹینڈر مطلوب ہیں، جو [illegible] دستخطی کو مورخہ ۲۰ جولائی 1987ء کو بوقت گیارہ بجے دن تک پہنچ آنے چاہیئے۔ ٹینڈر اس مقصد کے لئے دفتر ہذا میں رکھے ہوئے بکس میں بھی ڈالے جاسکتے ہیں۔

تفصیل کام

لاٹ نمبر	نام روڈ سائیڈ ڈپو	تعداد گیلی جات (کوارٹر گرتھ والیوم)	تعداد سلیپران (مکعب فٹ)	تعداد بلیجات	زر بیعانہ کال ڈپازٹ
17/M	کیبرام (سوات)	10,000	1000	200	5000/=
102/M	شپین "	--	5000	100	3000/=
77/M	ناشنال (دیر)	50,000	1000	200	10,000/=

مختصر شرائط

۱۔ کارپوریشن کسی بھی وقت اپنے ٹرکوں کے ذریعے ڈھلائی کرسکتا ہے۔

۲۔ ڈپو تک سڑک بنوانا اور اسے قابل استعمال رکھنا ٹھیکیدار کے ذمے ہوگا۔

۳۔ کارپوریشن وجہ بتلائے بغیر کسی ایک یا سارے ٹینڈروں کو منظور/نامنظور کرنے کا حق محفوظ رکھتا ہے۔

(منیجر فارسٹ اپریشن)
سرحد ترقیاتی کارپوریشن جنگلات
ملاکنڈ سرکل سیدو شریف۔ سوات

INF(P) 2285

جناب ماسٹر محمد عمر خان گڑھ

اسلام کا تابناک ماضی

اسلامی عدل و انصاف کے چند نمونے

عیاض بن خلیفہ فرماتے ہیں :-

سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں قحط پڑ گیا۔ کئی دن کے بعد میں نے دیکھا کہ آپ کا رنگ سیاہ پڑ گیا اور جسم اس قدر دبلا ہو گیا کہ میں پہچان نہ سکا۔ کہ یہ امیرالمومنین حضرت عمرؓ ہیں۔ حالاں کہ آپ کا جسم مضبوط اور رنگ سفید تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ لوگوں کی تنگی اور تکلیف دیکھ کر آپ اکثر بھوکے رہتے اور تیل کھاتے۔ جس سے آپ کا رنگ سیاہ پڑ گیا تھا۔

ابن سعد فرماتے ہیں :-

ہم قحط کے دنوں میں کہا کرتے تھے اگر خداوند تعالیٰ نے قحط دور نہ کیا تو عمر مسلمانوں کی تکلیف کے دکھ میں جلد مر جائیں گے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں میں نے دیکھا عمرؓ پالان پر سوار تیز تیز جا رہے ہیں۔ میں نے پوچھا۔

"امیرالمومنین! کدھر؟"

کہنے لگے مال زکوٰۃ کا اونٹ بھاگ گیا ہے اسے ڈھونڈنے۔ ابوالحسن! میرے ساتھ آ میری معاونت کر"

میں نے کہا آپ نے کسی غلام کو کیوں تکلیف نہ دی۔ کہنے لگے اس ذات کی قسم جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت بخشی اگر دریائے فرات کے کنارے ایک بکری بھی مال زکوٰۃ کی غائب ہو گئی تو قیامت کے دن اس کے بارے میں عمر کی گرفت ہو گی۔

پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ رو پڑے اور کہا عمر! تو نے آنے والے خلفاء کو مشکل میں ڈال دیا خدا کی قسم وہ تیرے نقش قدم پر نہیں چل سکیں گے

سیدنا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں شاہ غسان جبلہ بن ایہم مسلمان ہو گیا۔ مکہ معظمہ حج

کے لئے آیا تو مکہ کی عورتیں اور بچے مکانوں کی چھتوں پر چڑھ گئے شاہ غسان کو دیکھنے لگے۔ شاہ غسان اپنے سینکڑوں مصاحبین کے ساتھ موسم حج میں خانہ کعبہ کا طواف کر رہا تھا اتفاقاً ایک غریب اعرابی بھی ساتھ ساتھ طواف کر رہا تھا۔ غریب اعرابی کا پاؤں اچانک بادشاہ کے ازار پر پڑا۔ ازار کا کنارہ دب گیا جس سے جبلہ شہزادے کی لنگی کھل گئی۔ شہزادے کو غصہ آیا اس نے اُس غریب اعرابی کو ایک طمانچہ اس زور سے مارا کہ اس بے چارے کا دانت ٹوٹ گیا۔ وہ شخص اسی حالت میں حضرت امیرالمومنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچا اور عرض کیا۔

"امیرالمومنین! جبلہ شہزادہ غسان نے میرا دانت توڑ دیا ہے۔"

حضرت نے فرمایا۔ جبلہ ہمارے پاس بلاؤ۔

چنانچہ جبلہ کو لایا گیا۔ حضرت عمرؓ نے جبلہ سے پوچھا کہ کیا واقعی تو نے اس غریب کا دانت توڑا ہے؟

اس نے کہا "ہاں یا امیرالمومنین"

آپ نے فرمایا اس غریب شخص کو اجازت دے کہ وہ بھی تجھے اسی طرح طمانچہ رسید کرے جس طرح تو نے اس کو طمانچہ رسید کیا۔

جبلہ یہ حکم سن کر طیش میں آ گیا۔ اس نے کہا "یا امیرالمومنین! مجھے اور ایک معمولی بازاری آدمی کو کس چیز نے برابر کر دیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا "اسلام نے" اس نے کہا مجھے رات بھر سوچنے دیجئے۔ آپ نے فرمایا اگر صاحب قصاص راضی ہو جائے تو مہلت ہے۔ وہ غریب راضی ہو گیا۔ جبلہ رات ہی رات قصاص سے بچ کر بھاگ گیا اور رومیوں سے جا ملا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلامی مساوات کی ایسی مثال قائم کی کہ اسلامی حکم کے مقابلہ میں ایک جبلہ کیا ہزار جبلہ بھی غلطی کرے اور قصاص نہ دے۔ پھر بھی اسلامی حکم میں تبدیلی نہیں آ سکتی۔

حضرت علی کرم اللہ وجہ جنگ میں جانے لگے کہ آپ کی زرہ گم ہو گئی۔ جنگ ختم ہوئی تو کوفہ واپس آئے تو دیکھا کہ وہ زرہ ایک یہودی کے پاس ہے۔

آپ نے اس یہودی کو فرمایا۔ "یہ زرہ میری ہے نہ میں نے تمہارے ہاتھ فروخت کی نہ ہبہ پھر تیرے پاس کیسے آئی؟" اس نے کہا غلط ہے یہ آپ کی نہیں بلکہ میری ہے۔ معاملہ قاضی کے پاس حضرت علیؓ لے گئے۔ قاضی شریح نے حضرت علی کرم اللہ وجہ سے پوچھا۔ آپ کا کوئی گواہ ہے؟ آپ نے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پیش کیا۔ قاضی شریح نے کہا۔ "بیٹے کی گواہی باپ کے لئے جائز نہیں۔"

آپ نے فرمایا اچھا اہل جنت کی گواہی ناجائز ہے؟ حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم کو اہل جنت کے جوانوں کا سردار فرمایا ہے ... قاضی شریح نے یہودی کے حق میں فیصلہ دیدیا کیونکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس اور کوئی گواہ نہ تھا۔ یہودی حیران رہ گیا کہ خلیفہ وقت ہوتے ہوئے عدالت میں مقدمہ لائے۔

معمولی سی بات تھی کہ ایک ملازم کو بھیج کر حکماً زرہ لے سکتے تھے۔ اور میری مجال نہ تھی کہ ان کے حکم کی حکم عدولی کرتا۔ اس بات سے متاثر ہو کر یہودی نے زرہ واپس کر دی اور مسلمان ہو گیا۔

حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ ایک دفعہ میں ایک گھر میں جا کر ایک اندھی بڑھیا کو دیکھا۔ میں نے پوچھا اے بڑھیا رات کو کون شخص تمہارے پاس آ کر تمہاری خدمت کرتا ہے؟ بڑھیا نے کہا جب سے ابوبکر صدیق خلیفۃ المسلمین مقرر ہوئے میرے گھر کی صفائی کرتے ہیں بکری کا دودھ دودھ دیتے ہیں میری خوراک کا بندوبست کر کے چلے جاتے ہیں۔

سیرت عمر بن عبدالعزیز مصنفہ عبداللہ بن عبدالحکیم میں بیان کیا گیا ہے۔ مصر میں ایک غریب عورت رہتی تھی اس کے مکان کی دیوار نیچی تھی۔ کوئی شخص اس کی مرغیاں چرا لے جاتا تھا اس نے یہ شکایت عمر بن عبدالعزیز کو لکھ کر بھیجی۔ آپ نے مصر کے گورنر کو خط لکھا کہ فوری طور پر جا کر اپنی موجودگی میں اس غریب عورت کے گھر کی دیوار کو اونچا کرو تاکہ اس کی مرغیاں چوری سے محفوظ ہو جائیں گورنر نے ایسا ہی کیا۔

سلطان محمد تغلق المتوفی ۷۵۲ھ کے خلاف ایک امیر زادے نے قاضی کی عدالت میں دعویٰ کیا کہ سلطان نے مجھے بلا سبب مارا ہے: قاضی نے فیصلہ کیا کہ سلطان یا تو لڑکے کو راضی کرے یا قصاص دے۔

ابن بطوطہ مشہور سیاح لکھتا ہے کہ میں نے خود دیکھا کہ سلطان نے اپنے دربار میں لڑکے کو بلایا اس کے ہاتھ میں چھڑی دی اور قسم دلا کر کہا تم اپنا بدلہ لے لو۔ اور جس طرح میں نے تجھے پیٹا تھا تم بھی مجھے مارو۔ اس کے بعد لڑکے نے سلطان کو اکیس چھڑیاں ماریں یہاں تک کہ ایک مرتبہ سلطان کی ٹوپی سر سے گر پڑی۔ (سفر نامہ ابن بطوطہ ص ۱۴۵)

سلطان ناصر الدین محمود بن التمش المتوفی ۶۶۴ھ اپنے ذاتی مصارف کا بار شاہی خزانہ پر نہیں ڈالتا تھا بلکہ اپنے تمام اخراجات قرآن پاک کی کتابت سے پورا کرتا تھا۔ امور خانہ داری کے لیے سوائے ان کی بیوی کے کوئی خادم نہیں

تھی۔ ایک دفعہ ملکہ نے شدکایتاً عرض کیا کہ روٹی پکانے سے میرے ہاتھوں پر آبلے پڑ گئے ہیں۔ بیوی کی تکلیف کو سن کر سلطان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور گلوگیر آواز میں کہا۔

"صبر کن تا خدا تعالیٰ روز آخرت نتیجہ شائستہ دہد"

یعنی صبر کرو تاکہ خدا تعالیٰ آخرت کے روز اچھا نتیجہ دیں۔

سلطان سکندر لودھی پانچوں وقت کی نماز مسجد میں ادا کرتا۔ سال میں دو بار محتاجوں اور مسکینوں کی فہرستیں تیار کرا کر ان کی مدد کرتا۔ جاڑوں کے موسم میں لحاف اور گرم کپڑے تقسیم کرتا۔ شہروں میں اناج اور پکا ہوا کھانا تقسیم کرتا غریب لڑکیوں کی شادی کے سلسلے میں سلطان کی طرف سے مدد کی جاتی تھی۔ (سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات صـ ۱۷۵)

اندلس کا سلطان عبدالرحمٰن نیک سیرت اور منصف مزاج تھا اگر رعایا میں سے کوئی بیمار پڑتا تو عیادت کے لئے خود جاتا۔ کوئی شخص مرجاتا تو چاہے کیسا ہی غریب کیوں نہ ہو جنازہ میں شریک ہوتا اور بذات خود نماز جنازہ کی امامت کرتا۔ (خلافت ہسپانیہ مؤلفہ مفتی انتظام اللہ صـ ۶۳)

اسلامی تاریخ میں سب سے ظالم حکمران غالباً حجاج بن یوسف تھا۔ بیہقی نے لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ کے عامل پر مظالم انہوں نے بے تحصیر ساتے تو آپ نے بد دعا دی کہ ان پر ثقفی مسلط کر جو ان کی کسی نیکی کو قبول نہ کرے اور برائی کی معافی نہ دے مگر جب سندھ سے ایک مظلومہ مسلمان عورت کی فریاد کی خبر پہنچی تو بلا تاخیر اپنے نوجوان بھتیجے محمد بن قاسم کو بھیج کر راجہ داہر کو اس کی سرکشی کا مزہ چکھایا

ابن اثیر لکھتا ہے کہ رومیوں کے ہاں ایک قیدی عورت کی فریاد جب خلیفہ عباسی معتصم باللہ کو پہنچی تو وہ تخت پر بیٹھا ہوا تھا فوراً لبیک لبیک کہتا ہوا تخت سے اٹھ کھڑا ہوا اور محل کے اندر چلایا النفیر النفیر (عام لام بندی) پھر گھوڑے پر سوار ہو گیا سامان کا تھیلا ساتھ لیا۔ فوج کو کوچ کا حکم دیا۔ بغداد کے قاضی کو بلا کر ۳۲ عادل گواہوں کے سامنے وصیت کی کہ میری جائیداد کے تین حصے کئے جائیں۔ ایک حصہ اولاد کو ملے۔ ایک حصہ اللہ کے نام پر خرچ کیا جائے ایک حصہ غلاموں اور متوسلین کو دیا جائے۔

دشمن عظیم بادشاہ روم تھا اور جنگ بھی سخت تھی۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عظیم عنایت فرمائی۔

ابن جوزی کتاب الاذکیا میں لکھتے ہیں ۔ مکتفی باللہ کے دور میں چوری نام کی کوئی چیز نہیں تھی اگر چوری ہو جاتی تو چوری کا تاوان پولیس افسر سے لیا جاتا تھا ۔

اندلس کے حکمران منصور کو جب ایک مسلمان قیدی عورت کی فریاد پہنچی تو فوج لے کر فرڈی ننڈ پر چڑھ دوڑا اور اس مسلمان عورت کو آزاد کرا کے دم لیا ۔

ایک بڑھیا بکریاں چرا رہی تھی ۔ اچانک ایک بھیڑیا بکری اٹھا کر چلا گیا ۔ بڑھیا نے کہا آج عمر بن عبدالعزیز معزول ہو گئے ہیں یا ان کا انتقال ہو گیا ہے ۔ ورنہ پہلے ایسا کبھی نہیں ہوا تھا ۔ تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ واقعی عمر بن عبدالعزیز کا انتقال ہو گیا تھا ۔ یہ کہاوت نہیں بلکہ حقیقت ہے ۔ عمر بن عبدالعزیز کے دور حکومت میں بھیڑیا اور بکری ایک گھاٹ پانی پیتے تھے ۔

سلطان محمود کے دور میں ایک بڑھیا سرائے میں ٹھہری ہوئی تھی ڈاکوؤں نے اس کا سامان لوٹ لیا بڑھیا روتی ہوئی سلطان کے ہاں فریاد لے گئی ۔ سلطان نے پوچھا ڈاکو کس علاقے سے تعلق رکھتے ہیں ۔ بڑھیا نے کہا وہ بلوچ باشندے ہیں ۔ سلطان نے کہا ان کا علاقہ میری مملکت سے باہر ہے میں وہاں کچھ نہ کر سکوں گا ۔ بڑھیا نے کہا اگر تم اپنی رعایا کے نقصان کی تلافی نہیں کر سکتے تو تاوان ادا کیجئے ۔ سلطان محمود کی آنکھوں میں آنسو آ گئے ۔ ڈاکوؤں کا قلع قمع کیا اور بڑھیا کا سامان واپس دلوایا ۔ اس کے بعد سلطان نے ہر جگہ مخبر مقرر کر دئیے یہاں تک کہ سلطنت کے اندر رعایا کے کسی فرد کی اگر مرغی بھی ضائع ہو جاتی تو سلطان اس کی تلافی کرتا تھا ۔

مغلیہ سلطنت کے آخری فرماں روا اورنگ زیب عالمگیر کا ایک مرتبہ حسن ابدال سے گذر ہوا تو شاہی وقائع نگار محمد ساقی مستعد خان سے اس کے ملازمین نے عرض کیا ۔ قریب ہی ایک غریب ضعیفہ رہتی ہے اس کی گذر بسر ایک پن چکی پر ہے جو سرکاری باغ سے نکل کر جانے والے پانی سے چلتی ہے ۔ اس پانی کے باغ کے سرکاری نگران نے پانی بند کر دیا جس کی وجہ سے بڑھیا کی پن چکی بند ہو گئی ہے اور ضعیفہ پریشان ہے ۔ بادشاہ نے فوراً پانی جاری کرا دیا اور اشرفیاں معہ طعام کے بڑھیا کے ہاں بھجوا دیں ۔ اور کہلا بھیجا کہ اگر ہمارے قیام سے تمہیں تکلیف پہنچی ہو تو ہم معافی کے طلبگار ہیں ۔ دوسرے روز ضعیفہ کو بادشاہ نے پالکی میں بٹھا کر اپنی قیام گاہ میں اس کی دعوت کی بیش بہا قیمتی تحائف دئیے اس سے تکلیف کے بارے میں پوچھا تو بڑھیا نے کہا میری آنکھوں کی بینائی کمزور ہے ۔ بادشاہ نے ایک حکیم کو

اس کے گھر بھیجا جس نے اس کی آنکھوں کا علاج کیا بڑھیا ٹھیک ٹھاک ہو گئی اور چہرے کی جھریاں بھی جاتی رہیں۔

مالوہ کا حکمران سلطان محمد خلجی بہت عادل اور نیک سیرت انسان تھا۔ اس کی مملکت میں کوئی شخص چوری کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ اگر چوری ہوتی تو خزانہ شاہی سے ہرجانہ ادا کر دیا جاتا۔ ایک بار کسی شیر نے ایک مسافر کو ہلاک کر دیا اس کی بیوی نے سلطان کے ہاں فریاد کی۔ سلطان نے چاروں طرف اعلان کرا دیا کہ کہیں کوئی شیر نہ رہنے پائے اس حکم کے بعد مالوہ میں شیر یا درندوں کا نام و نشان بھی مٹ گیا

روم کا بادشاہ ہرقل حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی فتوحات سے سخت حیران تھا۔ ایک دن درباریوں سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فتوحات کے بارے میں پوچھا کہ کیا سبب ہے؟ ایک بوڑھا رومی جو عربوں کی زبان جانتا تھا اس نے عرض کیا کہ اگر جان بخشی ہو تو دو لفظ عرض کرنے کی اجازت چاہتا ہوں۔ بادشاہ نے اجازت دے دی۔ بوڑھے رومی نے کہا

" لَا یَخْدَعُ وَلَا یُخْدَعُ " کہ عمرؓ نہ دھوکہ دیتے ہیں نہ دھوکہ کھاتے ہیں۔

بادشاہ بھی آخر دانا تھا کہنے لگا۔ دھوکہ نہ دینا دلیل ہے ان کے دین کی۔ دھوکہ نہ کھانا دلیل ہے ان کے عقل کی جو لوگ دین اور عقل کے جامع ہوں ان کا مقابلہ کوئی طاقت نہیں کر سکتی۔

بابر نے راجپوتوں کو میدان جنگ میں فیصلہ کن شکست دی۔ ایک راجپوت نوجوان بابر کو دھوکہ سے قتل کرنے کی نیت سے دہلی آیا۔ عوام میں یہ بات مشہور تھی کہ بابر بادشاہ عام آدمیوں کے لباس میں بازاروں میں اکیلا گھومتا پھرتا ہے۔ اس کے ساتھ کوئی دوسرا آدمی نہیں ہوتا۔ راجپوت نوجوان خنجر چھپائے بازاروں میں گھومتا رہا کہ کسی طرح بابر سے اس کا سامنا ہو جائے۔ ایک شام جب صبح کی سفیدی رات کی تاریکی میں بدلنے لگی۔ نوجوان راجپوت نے شور سنا اور وہاں پہنچا۔ ایک تنگ سڑک پر مست ہاتھی ہوا میں سونڈ لہراتا پاؤں زمین پر مارتا آ رہا تھا لوگ اپنے بچوں کو گھسیٹتے ہوئے دکانوں اور مکانوں میں پناہ لینے لگے۔ ایک چھوٹا سا بچہ جو خطرہ کو سمجھنے کا ہوش بھی نہ رکھتا تھا عین ہاتھی کے راستے میں موجود ہے۔ ایک شخص چلایا بچے کو بچاؤ۔ دوسرا شخص بولا اجنبی بچے کے لئے کون اپنی جان خطرے میں ڈال سکتا ہے۔ اتنے میں مست ہاتھی نے بچے کو سونڈ مار کر گرا دیا اور اپنا پاؤں بچے کو کچلنے کے لئے اٹھایا لوگوں نے اس خوفناک منظر کو دیکھنے کے لئے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ یکایک ایک دراز قد انسان دوڑتا ہوا آیا اور پھرتی سے بچے کو ہاتھی کے سامنے سے جھپٹ کر اٹھا کر چھلانگ مار کر ایک طرف ہو گیا۔

لوگ اس کارنامے کو دیکھ کر ششدر رہ گئے۔ اس تگ و دو میں اس شخص کی پگڑی گر پڑی لوگوں نے اسے پہچان لیا۔ سب طرف سے لوگ پکار اٹھے یہ تو ہمارا بادشاہ سلطان بابر ہے۔ نوجوان راجپوت سلطان بابر کی طرف بڑھا اور گھٹنے ٹیک دئیے۔ بادشاہ نے پوچھا اے نوجوان تم کیا چاہتے ہو؟ میرے سامنے گھٹنوں کے بل کیوں گر گئے ہو"

نوجوان نے جواب دیا۔ "جناب! میں آپ کو قتل کرنا چاہتا تھا مگر آپ نے مجھے عملی طور پر دکھا دیا کہ جان لینے سے جان دینا بہتر ہے"

بادشاہ نے نوجوان کا سر چوم لیا اور کہا ہاں میرے دوست جان دینا جان لینے سے بہتر ہے۔ تم ایک بہادر انسان ہو کیونکہ تم نے تسلیم کر لیا کہ تم مجھے قتل کرنے کی نیت سے آئے تھے تم نے میری جان بخشی کر دی۔ اس لئے آج میں تم کو اپنا محافظ مقرر کرتا ہوں تاکہ تم میری محافظت کر سکو۔ چنانچہ نوجوان راجپوت سلطان بابر کا تادم زیست باڈی گارڈ رہا۔

ایک مرتبہ خلیفہ معتصم باللہ بارش کے دن اپنے ساتھیوں سے جدا ہو گیا راستے میں اسے ایک غریب بوڑھا ملا جس کا گدھا پھنس گیا جس پر لکڑیاں لدی ہوئی تھیں۔ بوڑھا مدد کے لئے راہگیر کا منتظر تھا خلیفہ گھوڑے سے اترا گدھے کو کیچڑ سے نکالا لکڑیوں کا گٹھا الگ کیا۔ پھر اس پر گٹھا لاد دیا۔ بوڑھے نے خلیفہ کے لئے مغفرت کی دعا کی۔ اتنے میں خلیفہ کے ساتھی بھی وہاں پہنچ گئے تو خلیفہ نے بوڑھے کو چار ہزار درہم دینے کا حکم دیا۔

بقیہ از صفحہ ۱۹

واجب الاحترام امیر کی ذاتی نگرانی میں مستند علماء اور ماہرین فقہ کے ذریعہ جدید زبان و اسلوب و ترتیب کے ساتھ عائلی قانون اور مسائل نکاح و طلاق و حقوق و فرائض کی تدوین کا کام شروع ہو گیا ہے اور اس کا خاصا حصہ مرتب ہو کر ممتاز علماء اہل نظر کی خدمت میں رائے و مشورہ کیلئے بھیجا جا چکا ہے، اس کی ترتیب کے بعد عدالتوں اور مجلس قانون ساز اور معترضین کو یہ کہنے کا حق بھی نہیں ہوگا کہ ہمارے پاس قدیم تراجم کے علاوہ جو زیادہ تر غیر مسلم قانون دانوں اور مصنفین کی مرتب کی ہوئی ہیں، شریعت اسلامی کا مستند و براہ راست کوئی مجموعہ قوانین نہیں ہے، اسی کے ساتھ اصلاح معاشرہ، اصلاح رسوم اور مسلمانوں کی عائلی زندگی کو شرعی احکام، قرآنی تعلیمات اور اسوۂ نبوی کی روشنی میں منظم و بہتر بنانے کی کوشش بھی جاری کر دی گئی ہے اور جا بجا دار القضاء بھی قائم کئے جا رہے ہیں تاکہ مسلمان اپنے تنازعات و مسائل خاص شریعت کی روشنی میں حل کریں

حافظ محمد ابراہیم فانی
مدرس دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

حضرت مولانا عبدالرزاق صاحب شاہ منصوری ؒ

حضرت مولانا عبدالرزاق صاحب شاہ منصوری اس خطۂ صالحین سے تعلق رکھتے ہیں جو کہ اپنے محل وقوع کے اعتبار سے اگرچہ ایک چھوٹا سا گاؤں ہے لیکن علمی وجاہت کے لحاظ سے یہ مختصر قریہ صدیوں سے علم وفن کا گہوارہ رہا ہے۔ اور تا ہنوز یہ سلسلہ جاری ہے۔ خدا کرے کہ قال اللہ اور قال الرسول کے یہ دل آویز زمزمے یہاں تا قیام قیامت یونہی گونجتے رہیں۔ اگر اس قریہ کی علمی خدمات اور علماء ومشائخ کے حالات اور سوانح حیات پر قلم اٹھایا جائے تو اس سے ایک ضخیم کتاب بن جاتی ہے۔

مولانا موصوف ۱۸۸۴ء کو مولوی محمد صدیق بن مولوی عبدالقادر کے گھر پیدا ہوئے۔ علمی خاندان سے تعلق کی بنا پر ان کے والد بزرگوار (جو کہ خود بھی جید عالم تھے) نے بچپن ہی سے آپ کی تعلیم وتربیت کی طرف توجہ دی اپنے گاؤں میں ابتدائی تعلیم سے فراغت کے بعد قریبی گاؤں موضع کڈی تشریف لے گئے۔ اور وہاں پر استاذ العلماء حضرت مولانا عبدالرؤف صاحب قدس اللہ سرہ العزیز کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا۔ آپ نے ان سے صرف ونحو کی بعض کتابوں میں درس لیا۔ ان سے استفادہ کرنے کے بعد آپ موضع درہ (یہ گاؤں صوابی سے ایک کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے) روانہ ہوئے اور وہاں پر مشہور روحانی پیشوا حضرت لالہ جی صاحب کے حلقۂ درس میں شمولیت اختیار کی۔ ان سے صرف ونحو کی مزید کتابیں پڑھنے کے بعد موضع ڈاگئی ضلع مردان تشریف لے گئے۔ اور وہاں پر حضرت مولانا محمد صدیق ؒ اور مولانا عبدالحکیم ؒ صاحب کی خدمت میں رہ کر ان سے معقول ومعانی تفسیر وکلام

---

[1] آپ ۱۲۵۲ھ میں جناب مولانا رحمت اللہ کے گھر موضع ڈاگئی ضلع مردان میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی۔ پھر عازم ہندوستان ہوئے وہاں پر مدرسہ عالیہ رامپور میں کچھ کتابیں پڑھیں۔ دورۂ حدیث وسند فراغ کے لئے دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے۔ اور حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن کے ہاں دورۂ حدیث مکمل کیا۔ فراغت کے بعد وطن واپس آکر آپ نے تدریس کا آغاز کیا۔ تمام علوم وفنون کی کتب کے علاوہ کتب صحاح بھی پڑھاتے۔ شرح ہدایۃ الحکمۃ میبذی پر حاشیہ بنام صدیقیہ بھی آپ نے تصنیف کی جو کہ مطبوعہ ہے چالیس سال تک تدریسی خدمات سرانجام دینے کے بعد (باقی اگلے صفحہ پر)

ہیئت و ریاضی اور حکمت و فلسفہ الغرض فنون کی اکثر کتابیں ان سے پڑھیں۔ شرح وقایہ اور فقہ کی دیگر کتب گڑھی کپورہ مردان میں دصوبیان مولوی صاحب سے پڑھیں۔ ایک سال کے لئے آپ طورو ضلع مردان تشریف لے گئے اور وہاں پر مولانا عبدالجمیل طوروی سے عروض و ادب میں درس لیا۔ اس طرح ایک سال نوشہرہ میں گزار کر دورۂ حدیث کے لئے متھرا تشریف لے گئے۔ اور وہاں مولانا فضل ربانی[1] سے صحاح ستہ وغیرہ کتابیں پڑھیں دوبارہ دورہ حدیث کے لئے آپ غورغشتی تشریف لائے۔ اور وہاں پر شیخ المشائخ محدث کبیر حضرت مولانا نصیر الدین غورغشتوی سے سند فراغت حاصل کی۔ فراغت کے بعد آپ نے تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ سب سے پہلے آپ نے اپنے ہی گاؤں سے تدریسی سفر کا آغاز کیا۔ وہاں تین سال کا عرصۂ تدریس گذارنے کے بعد دارالعلوم رحیمیہ دہلی میں تین سال تک درس دیا۔ پھر ایک سال مردان میں مولانا سرفراز خان صاحب کے مدرسہ میں رہے۔ کچھ عرصہ کوہاٹ میں بھی آپ نے تدریس کی۔ اس کے بعد لاہور تشریف لے گئے۔ وہاں ایک سال تک تدریسی خدمات انجام دینے کے بعد دوبارہ وطن واپس آئے۔ اور جامعہ اسلامیہ اکوڑہ خٹک میں سات سال تک مصروف تدریس رہے۔ اس کے بعد دس بارہ سال تک اپنے گاؤں میں آپ نے یہ سلسلہ جاری رکھا۔

حضرت قبلہ گاہ مرحوم مولانا عبدالحلیم صاحب قدس سرہ العزیز نے آپ سے ابتدائی کتابوں میں درس لیا۔ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ دہلی میں حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاریؒ رحمہ اللہ کا جلسہ تھا۔ لاکھوں کی تعداد میں لوگ جلسے کے لئے آئے تھے۔ مولانا میرے[2] پاس آئے اور کہا کہ جلسے کے لئے ہیں اور آپ اکٹھے جائیں گے۔ کوشش یہ کریں کہ سٹیج کے قریب ہمیں نشست مل جائے۔ کیونکہ آپ کو معلوم ہے میری قوت سماعت کمزور ہے تاکہ میں اچھی طرح

بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ ۵۰ برس کی عمر میں ۱۳۳۷ھ کو انتقال فرمایا [2] مولانا حمد اللہ جان آف ڈاگئی کے والد مرحوم

---

[1] مولانا فضل ربانی صاحب موضع متھرا میں جناب مولانا احمد خان صاحب کے ہاں تقریباً ۱۸۶۸ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد اور علاقے کے دیگر علماء سے حاصل کی جن میں مولانا حبیب اللہ صاحب صریخ علاقہ دوآبہ شب قدر زیادہ مشہور ہیں۔ دورۂ حدیث مولانا گل محمد صاحب ترنگزئی سے مکمل کر کے سند حاصل کی۔ آپ علماء معاصرین میں محدث کبیر کے نام سے مشہور تھے۔ تمام علوم کا درس دیتے مگر خصوصیت کے ساتھ میراث احادیث اور تفسیر پڑھاتے۔ بخاری شریف تو اس طرح پڑھاتے گویا اس کے حافظ ہیں۔ آپ کے تلامذہ میں مولانا شمس الحق صاحب افغانی مرحوم بہت ممتاز ہیں۔ تقریباً ۱۰۰ برس کی عمر میں مورخہ ۳۱ دسمبر ۱۹۶۹ء میں انتقال فرمایا۔ (ملخصاً از تذکرہ علماء و مشائخ سرحد ص ۱۴۴)

[2] اس وقت حضرت والد صاحب رحمانیہ دہلی اور مولانا رحیمیہ دہلی میں درس تھے۔

حضرت شاہ جی کی تقریر سن سکوں۔ چنانچہ ہم جلسہ گاہ پہنچے اور وہاں پہ سٹیج کے پاس ہی ہمیں نشست ملی۔ چونکہ آپ ایک مرد صاحب دل تھے۔ ہر وقت آپ پر جذب وکیف کی کیفیت طاری رہتی۔ جونہی حضرت شاہ صاحب نے اپنی مخصوص لے میں قرآن پاک کی تلاوت شروع کی۔ فضا پر سناٹا چھایا۔ ایک طرف کلام رب العالمین۔ دوسری طرف شاہ جی کی سحر آفریں اور وجد آگیں آواز۔ مولانا کے پردہ سماعت سے جب حضرت شاہ جی کی آواز کے زیروبم ٹکرائے۔ انہوں نے اللہ اکبر کا نعرہ مستانہ لگایا اور پھر کچھ دیر کے لئے مدہوش رہے۔ حضرت شاہ جی پر اس کا بہت اثر ہوا بعد میں فرمایا کہ اس جلسے میں بہت سے اہل دل بھی آئے ہیں۔

آپ نے سب سے پہلے افغانستان کے مشہور روحانی پیشوا ملا شور بازار سے ڈیرہ اسمٰعیل خان میں بیعت کی پھر اس کے بعد حضرت مولانا پیر عبدالمالک صاحب صدیقی نقشبندی قدس سرہ سے بیعت ہوئے۔ انہوں نے آپ کو خلافت سے نوازا۔ اس طرح مولانا فضل علی قریشی نے بھی آپ کو سلاسل طیبہ میں اجازت دی تھی۔

میں نے ایک مجلس میں حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ سے ان کے شاگرد ہونے کے ناطے حضرت مولانا کے بارے میں پوچھا۔ تو حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے فرمایا کہ میں اس وقت بہت کم عمر تھا کہ ان سے شاہ منصور میں ملا حسن، قطبی اور میرزاہد وغیرہ کتابیں پڑھتا تھا۔ وہ حسن اخلاق کے پیکر اور نہایت شفیق استاذ تھے۔ مجھے یہ سعادت حاصل ہے کہ میں ان کی خدمت کیا کرتا تھا۔ پھر جب مولانا کوہاٹ کے مدرسے قاضی حسام الدین تشریف لے گئے تو میں بھی ان کے ہمراہ چلا گیا۔ وہاں ان کے ساتھ تقریباً ایک مہینہ گزارنے کے بعد امازو گڑھی ضلع مردان آیا۔ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے تبسم فرماتے ہوئے کہا کہ مجھے ایک لطیفہ یاد آیا ہوا یوں کہ قیام شاہ منصور کے دوران ایک رات مجھے پیاس لگی۔ بستر سے اٹھ گیا۔ کوزے میں پانی موجود نہ تھا۔ دوبارہ بستر میں لیٹ گیا۔ میں نے سوچا اب کون اس وقت پانی کے لئے جائے۔ کیونکہ پانی دور ایک چشمہ سے لانا پڑتا تھا۔

قریب ہی چارپائی پر حضرت الاستاذ بھی آرام فرما تھے۔ میں سمجھا حضرت محو خواب ہیں۔ لیکن جب میں پانی کے لئے اٹھ گیا تھا اور پھر دوبارہ بستر پر لیٹا تو وہ میری حرکت دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے فرمایا عبدالحق اٹھو اور پانی لاؤ ہر چند کہ میرا جی گرم بستر سے اٹھنے کو نہیں چاہتا تھا۔ لیکن چونکہ استاذ کا حکم تھا اس لئے (بادل ناخواستہ) اٹھا کوزہ لے کر چشمہ سے پانی لایا۔ پھر مولانا نے فرمایا۔ اب پانی پیو۔ پانی پینے کے بعد انہوں نے فرمایا۔ سو جاؤ۔ درحقیقت وہ مجھے کاہل پسندی سے منع فرمانا چاہتے تھے۔

جب کبھی حضرت مرشد مولانا عبدالمالک صاحب نقشبندی قدس سرہٗ یہاں دارالعلوم حقانیہ تشریف لاتے تو ان کے گرد ان کے خلفاء کا حلقہ جمع ہو جاتا تو چونکہ حضرت الاستاذ بھی ان کے ماذون تھے وہ بھی یہاں تشریف لاتے۔ وہ یہاں میرے ساتھ اس طرح ملتے جس طرح کوئی شاگرد اپنے استاذ کے ساتھ ملاقات کرتا ہے۔

یہ آپ کی کم نفسی انتہائی تواضع اور فنائیت کی دلیل ہے۔ ان کے اس رویہ سے مجھے ازحد ندامت ہوتی۔

حضرت صدر صاحب مولانا عبدالحلیم صاحب قدس سرہ کے علاوہ آپ کے دیگر مقتدر تلامذہ میں حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب بانی ومہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک۔ حضرت مولانا مفتی محمد فرید صاحب مدظلہ مفتی و شیخ الحدیث دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک اور شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب شہرت دوام کے مالک ہیں۔

مورخہ ۴، شعبان المعظم ۱۳۹۷ھ کو آپ کا سانحہ ارتحال پیش آیا آپ کی وفات پر حضرت الاستاذ مولانا سمیع الحق صاحب اپنے تعزیتی اداریے میں تحریر فرماتے ہیں: ۔ ۴ر شعبان ۱۳۹۷ھ جمعرات اور جمعہ کی درمیانی شب کو صوبہ سرحد کے ایک گمنام متبحر عالم اور صاحب دل بزرگ حضرت مولانا عبدالرزاق صاحب مجددی نقشبندی ساکن شاہ منصور لالہ کا تقریباً ۸۵ برس کی عمر میں انتقال ہوگیا۔ نماز جنازہ اور تدفین ان کے آبائی گاؤں شاہ منصور تحصیل صوابی میں ہوئی علماء و صلحائے دور دراز سے جنازہ میں شرکت کی۔ آپ معقولات اور منقولات کے جامع علماء میں سے تھے تعلیم سرحد کے مختلف مقامات پر حاصل کی اور پھر دہلی۔ ملکھڑ، مردان اور اکوڑہ خٹک کے مدارس میں عمر بھر اعلیٰ کتب کی تدریس ان کا مشغلہ رہا علوم ریاضی منطق معانی اور تفسیر میں بڑی مہارت رکھتے تھے۔ ان کے تلامذہ میں حضرت حاجی محمد امین صاحب ترنگزئی۔ حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب مینی کے علاوہ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ اور مولانا مفتی محمد فرید صاحب مفتی دارالعلوم حقانیہ جیسے اکابر علم و فضل شامل ہیں۔

علوم ظاہریہ کے ساتھ علوم باطنیہ اور سلوک و ارشاد سے بھی تعلق رہا۔ حضرت مولانا عبدالمالک صدیقی خانیوال کے اولین خلفاء میں سے اور سلاسل سبعہ میں مجاز تھے۔ صاحب جذب بزرگ کم گو، ہمہ وقت ذاکر، زہد و قناعت میں بزرگوں کا نمونہ تھے۔

(الحق۔ جولائی ۷۷ء)
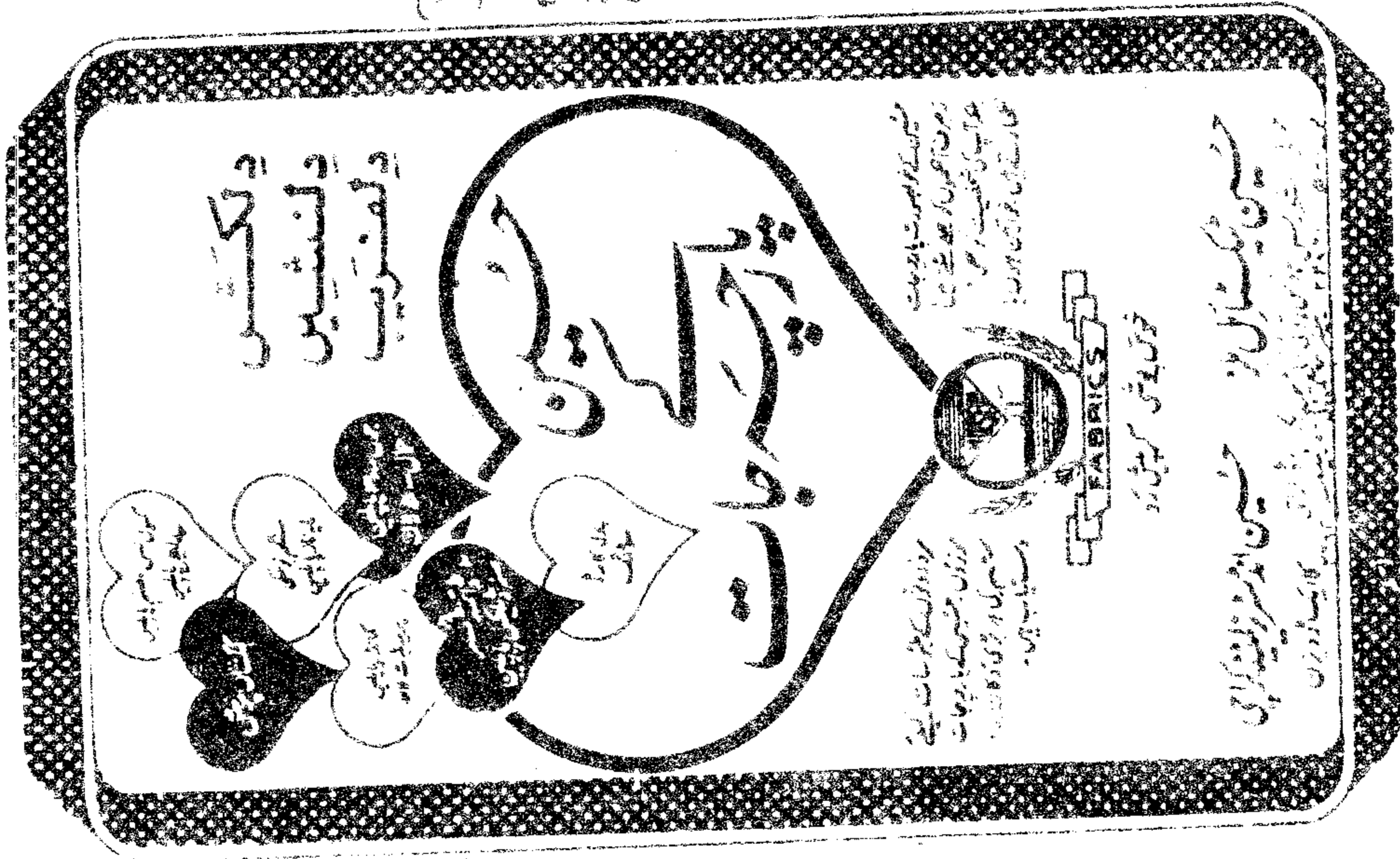
مولانا محمد حلیم فاضل حقانیہ

جہاد افغانستان کی تازہ رپورٹ

جہاد افغانستان کی تازہ رپورٹ | دار العلوم حقانیہ کے فاضل مولانا محمد حلیم حقانی بھی دوسرے فضلاء دار العلوم کی طرح روسی نجیب فوجوں سے جہاد افغانستان کے میدان کارزار میں برسرپیکار ہے انہوں نے حال ہی میں تازہ رپورٹ بھیجی ہے جس کی تلخیص ذیل میں پیش خدمت ہے۔

- پوست کے مقام پر افغان مجاہدین کی سات جماعتوں کے اتحاد کی تنظیم نے روسی فوجوں کے ساتھ زبردست مقابلہ کیا۔ میں خود بھی اس میں شریک تھا حضرت شیخ الحدیث مولانا عبد الحق دامت برکاتہم کی دعاؤں اور توجہ کے صدقے دار العلوم کے دوسرے فضلاء کو بھی اس میں شرکت کی سعادت حاصل رہی۔ مجاہدین نے بڑی پامردی اور استقامت کے ساتھ دشمن کی فوجوں پر غلبہ حاصل کیا۔ اور ایک بجے کے قریب ہمیں فتح حاصل ہوئی۔ مجاہدین میں تیرہ [۱۳] حضرات کو شہادت کا مقام علیا حاصل ہوا۔ چودہ [۱۴] حضرات زخمی ہوئے۔ روسیوں کے بہت سے فوجی مارے گئے کچھ قید کر لئے گئے اور باقی بھاگ کھڑے ہوئے۔ مولانا جلال الدین فاضل حقانیہ نے بھی اس محاذ پر ہماری بھرپور مدد کی تھی انہوں نے اپنی کمانڈ کے ۳۵ سپاہی یعنی مجاہدین ہماری مدد و نصرت کے لئے اس محاذ پر بھیج دیئے تھے۔ تیرہ شہداء سے مجاہد ان کے رفیق ہیں۔ الحمد للہ کہ اس معرکہ میں مجاہدین کو ایک سو بیس [۱۲۰] کلاشنکوف ۱۵ عدد بڑی مشینیں، چار عدد توپیں، تین عدد زیکویک مشین، ۵ عدد ھوان توپ دو عدد راکٹ انداز، ۲ کوہی توپ، ایک سخرائی توپ، مجاہدین کو بطور مال غنیمت حاصل ہوئے۔ حضرت استاذ محترم مولانا سمیع الحق صاحب اور حضرت اقدس شیخ الحدیث مدظلہ سے میرے اور تمام فضلاء حقانیہ جو دشمن سے میدان جہاد میں نبرد آزما ہیں تسلیمات بھی عرض کر دیں۔ اور استقامت و شجاعت اور فتح و نصرت کی دعا کی درخواست بھی۔
- مانٹی سنا کی ولایت پکتیا کے قریب ایک شارع عام پر ہمارے مجاہدین سر میں سودا لئے

سودائے شہادت لیئے مسلح کھڑے تھے کہ اچانک نجیبی روسی فوجوں کی یلغار آن پڑی۔ زبردست لڑائی ہوئی۔ مجاہدین کی تعداد قلیل ترین تھی بدقسمتی سے دشمن اس مقام سے ہم سے قابض ہوگیا مگر خدا تعالیٰ کے فضل وکرم سے ہم نے ہمت نہیں ہاری۔ سات جماعتی اتحاد ہوا مختلف گروپوں سے تعلق رکھنے والے مجاہدین دشمن کے مقابلے میں سیسہ پلائی دیوار بن گئے چند روز بعد مسلسل جہاد اور لڑائی کے بعد اللہ پاک نے مجاہدین کو پھر سے غلبہ عطا فرمایا اور دشمن کی فوج بھاگ گئی مولوی الف گل جیسے پکتیا محاذ کے جہاد کمانڈر مولانا جلال الدین حقانی نے مجاہدین کی ایک جماعت کے ساتھ یہاں کے سپاہیوں کی نصرت کے لئے بھیجا تھا نے بڑی بے جگری سے شجاعت کا مظاہرہ کیا ان کی تشریف آوری سے مجاہدین کی ڈھارس بندھی۔ دشمن کے چالیس سپاہی جہنم رسید کر دیئے گئے اور ستر سے زائد افراد ان کے شدید مجروح ہیں۔ ایک سو کے قریب کلاشنکوفیں، متعدد توپیں مختلف مشینیں مجاہدین کو مال غنیمت میں حاصل ہوئیں۔ مجاہدین میں ٦ مجاہد شہید ہو گئے شہید نصرت اللہ اور شیر بن جمال شہید مولانا جلال الدین کے قریبی ساتھیوں میں سے تھے جنہوں نے اس معرکہ میں شہادت نوش کی۔

اب خدا تعالیٰ کے فضل وکرم سے یہ شارع عام مجاہدین کے قبضہ میں ہے۔ اپنے استاذ گرامی قدر حضرت شیخ الحدیث مدظلہٗ کی دعاؤں اور توجہ کی برکت سے اس معرکہ میں مجھے شرکت کی سعادت حاصل رہی اور خدا تعالیٰ کے فضل سے تاحال خیریت وعافیت سے ہوں ——— ● اس ماہ ہمارے محاذ کے مجاہدین نے ہر طرف سے روسی نجیبی فوجوں پر ہر طرف سے حملوں کی یلغار کر دی۔ ہمارے دو مجاہد کفار کے ہاتھوں گرفتار ہوئے اور جبل السراج میں شہید کر دیئے گئے۔ مجاہدین نے روسیوں کے طیارے مار گرائے اور کئی ایک روسی فوجی ہلاک ہوئے۔ اس کے بعد روسیوں نے ہوائی اور زمینی گولوں سے آگ برسائی اور ظلم و بربریت کا ریکارڈ قائم کر دیا۔ عفیف عورتیں اور معصوم اور بے گناہ بچے جلا کر بھون دیئے گئے یہ واقعہ سنگر ولایت کے مقام پر پیش آیا جہاں مجاہدین مورچہ بند تھے مگر ہوائی بمباری اور مسلسل چار روز تک آخر اس کی تاب کیسے لائی جاسکتی تھی۔ یہ تاریخ کا ایک عظیم حادثہ ہے۔ چند روز قبل "سپرلی" نامی ایک سرکاری طیارہ روسی کابل فوجیوں اور ہمنواؤں کو لئے جلال آباد سے کابل جا رہا تھا کہ مجاہدین نے مار گرایا۔ طیارہ پانی کے ایک ڈیم میں گر کر تباہ ہوگیا۔ چالیس آدمی ہلاک ہو گئے۔ تین آدمی زندہ گرفتار کر لئے گئے جو اب مجاہدین کے قبضہ میں ہیں۔

● ——— مجاہدین کا ایک قافلہ جو دس روز سے مسلسل سفرِ ہجرت کر رہا تھا کہ اچانک روسی درندوں کی ایک بڑی فوج کے نرغے میں آگیا۔ اٹھارہ مجاہدین شہید کر دیئے گئے۔ چھوٹے اور بے گناہ بچوں کو ماں کی چھاتیوں پر رکھ کر ذبح کر دیا گیا۔ بہیمیت و درندگی اور ظلم و تشدد کی ایسی مثال، درندوں میں بھی کم ملے گی مگر روسی درندوں کی تاریخ اس سے معمور ہے۔

● ——— شوال کے پہلے عشرہ میں جب مولانا پیر محمد وقفی شہید، میدانِ کارزار میں دشمنوں کی گولیوں کا نشانہ بنے اور ان کا نچلا دھڑ کٹ گیا اور اس حالت میں گھنٹہ بھر زندہ رہے۔ تو جب تک ہوش رہا، اپنے اساتذہ بالخصوص شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ کے نام تسلیمات، درخواستِ دعا اور بخشش حقوق کا پیغام دیتے رہے اور حاضرین کو اس کے پہنچانے کی بار بار تاکید کرتے رہے، مرحوم نے شہادت سے پندرہ روز قبل شادی کی تھی مگر جہاد میں شرکت کی خوشی اور جذبہ شہادت سب کچھ پر غالب رہا۔

REGD. NO. P.90

AL-HAQ